سبحان الّذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بدر

BADR — QADIAN

قادیان

قیمت پیشگی ۔ہے،

اے جہان منتظر خوش باش کآمد دلستان | رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۸۸ | آں مسیح و در آخر مہدیٔ آخر زمان

جلد (۶)

مورخہ ۱۳ ۔ ذیعقدہ ۱۳۲۵ھ علیٰ صاحبہا التحیۃ والسلام مطابق ۱۹ - دسمبر ۱۹۰۷ء

نمبر ۱۵

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی | ایڈیٹر محمد صادق عفی اللہ عنہ | دوا بینی شفا بینی غرض در الامان بینی

فی پرچہ ۲ ؍

دس شرائط بیعت

اوّل ۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آیندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہیگا۔ دوم یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور فسق و فجور اور ظلم و خیانت فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہیگا اور نفسانی جوشوں کے وقت اُنکا مغلوب نہو گا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔ سوم ۔ یہ کہ بلاناغہ پنجوقت نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا اور حتے الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے اللہ تعالےٰ کے احسانوں کو یاد کرکے اس کی حمد اور تعریف کو ہر روزہ اپنا ورد بنائیگا۔ چہارم ۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجایز تکلیف نہ دیگا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے ۔ پنجم ۔ یہ کہ ہر حال رنج و راحت اور عسر اور یسر اور نعمت و بلا میں اللہ تعالےٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہرحالت راضی بقضاء ہوگا اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں طیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہ پھیرے گا بلکہ قدم آگے بڑہائے گا ۔ ششم ۔ یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے اُوپر قبول کرلیگا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنی ہر ایک راہ میں دستورالعمل قرار دیگا ۔ ہفتم یہ کہ تکبر اور نخوۃ کو بکلی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کریگا ۔ ہشتم یہ کہ دین اور دین کی عزۃ اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا ۔ نہم ۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا ۔ اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائیگا ۔ دہم ۔ یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوۃ محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھکر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلےٰ درجہ کا ہو گا ۔ کہ اُسکی نظیر دنیوی رشتوں اور ناطوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا

اندرین دین آمدہ از مادریم
ہم برین از دار دنیا بگذریم

آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست

آن رسولے کش محمدؐ ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام

مہر او باشیر شد اندر بدن
جان شد و با جان بدر خواہد شدن

ہست او خیرالرسل خیرالانام
ہر نبوت را برو شد اختتام

ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست

آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آن نہ از خود از ہمان جائے بود

ما ازو یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال

اقتدائے قول او در جان ماست
ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست

آن ہمہ از حضرت احدیت است
منکر آن مستحق لعنت است

معجزات او ہمہ حق اند و راست
منکر آن مورد لعن خدا است

معجزات انبیاء سابقین
آنچہ در قرآن بیانش بالیقین

بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکار کند از اشقیاست

یک قدم دوری ازان عالی جناب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

شرح قیمت اخبار بدر

والیان ریاست و گورنمنٹ سے ۳۰
عام قیمت پیشگی بمعہ اوراق ضمیمی
اخبار .. .. .. للعہ
مابعد .. .. .. صہ ؍
عام قیمت پیشگی بغیر اوراق ضمیمی
اخبار .. .. .. ۔ہے ؍
فی پرچہ .. .. .. ۲ ؍

جو صاحب تاریخ اجرا سے ایک ماہ کے اندر اندر قیمت اخبار روانہ نکرینگے ان سے حساب بعد کے ہوگی جو اخبار قیمت پر نہ ہو پرچہ سے پندرہ یوم اندر اندر طلب کرنا چاہیئے بعد میں نہیں مل سکیگا ۔ رسید زر اخبار میں دیجاویگی علیحدہ رسید نہ روانہ ہوگی لیکن جو صاحب قادیان میں دستی قیمت دیں ان کو ہر حال رسید حاصل کرنی چاہئے جو روپیہ ارسال کرینگے بعد اگر دو ہفتہ تک رسید نہ چھپے تو خط لکھکر دریافت کرنا چاہیئے۔

وہ الفاظ جنمیں حضرت اقدس بیعت لیتے ہیں ہاتھ میں ہاتھ دیکر آپ فرماتے جاتے ہیں اور طالب تکرار کرتا جاتا ہے ۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہٗ و رسولہ ۔ ۲ بار۔ آج میں احمدؑ کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں میں گرفتار تہا اور میں سچے دل سے اقرار کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہونگا اور دین کو دنیا پر مقدم رکہونگا ۔ استغفر اللہ ربّی من کل ذنب و اتوب الیہ ۔ ۳ بار۔ ربّ انّی ظلمت نفسی و اعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت ۔ اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں کیونکہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں ۔ آمین ۔ اسکے بعد آپ بمعہ حاضرین مجلس بیعت کنندہ اور

وحی آلٰہی کی تائید مکہ معظمہ سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرمی و معظمی جناب مفتی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ بدر مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۶ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام درج ہے جو آپ کو جمعرات کو ہوا تھا کہ "عید تو آج ہے چاہو کرو یا نہ کرو" اگرچہ عام طور پر تمام ہندوستان میں باستثنائے چند مقامات عید جمعہ کو ہوئی تھی۔ مگر یہ غیب کی خبر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دی اور جو یقینی تھی وہ یہی تھی کہ عید جمعرات کی ہے۔ اب مکہ شریف سے جو خطوط موصول ہوئے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں عید جمعرات کی تھی جیسا کہ بموجب الہام ہمارے امام صاحب۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

خاص خانہ کعبہ میں جمعرات کی عید ہونے کے معنے یہی ہیں کہ بدھ کی شام کو چاند ہوگیا تھا۔ اگرچہ عام طور پر ہندوستان میں دیکھنے میں نہیں آیا مگر اس کی حقیقت کی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اطلاع دیدی۔ یہ بھی ایک نشان ہے۔ اور ہمارے امام علیہ السلام کی صداقت اور اُن کی سادگی پر ایک بیّن دلیل۔ ہمارے مخالفین اور دنیا کے اہل الرائے اس معاملہ میں غور کریں کہ کس سادگی اور جرأت کے ساتھ ہمارے حضرت صاحب اپنے الہام دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں اگرچہ ہماری یہاں اس روز عید نہیں کی گئی مگر خدا تعالیٰ کا پیغام جو پہونچا تھا وہ کہہ کر بتا دیا گیا۔ اور آخر وہی ہوا۔

خاکسار میرزا محمد شفیع ہیڈ کلرک دفتر سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانہ جات ڈیرہ اسمٰعیل خان۔

خبریں ضروری ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

دوست صادق محب واثق جناب مفتی صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حال میں آپ کے اخبار کے متعلق چند صاحبان نے دو تحریکیں کی ہیں۔ اول یہ کہ اس میں دنیاوی خبریں ہوا کریں اور دوم یہ کہ اخبار ہفتہ میں دو بار کر دیا جاوے۔ چونکہ میں بدر سے خاص محبت رکھتا ہوں اور اس کی ترقی اور بہبودگی کا خواہشمند ہوں اس وجہ سے میں نے بھی مناسب سمجھا کہ اپنی ناچیز رائے اس کے متعلق ظاہر کروں۔

(۱) یہ بات مسلّم ہے کہ ہم کو دنیاوی خبروں کی بھی سخت ضرورت ہے۔ نہ صرف ہندوستان کی بلکہ تمام روئے زمین کی کیونکہ زمانہ کی ضروریات اور اس کے حالات سے آگاہی بھی لازمی ہے۔ اور یہ بغیر اخبار ممکن نہیں چونکہ ہمارے قومی اخبارات میں ملکی خبریں نہیں ہوتیں اس وجہ سے باوجود خریدنے الحکم۔ بدر و دیگر رسائل کے ایک نہ ایک اور اخبار خریدنا یا کم از کم اس کا مطالعہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔

بدر میں ملکی خبروں کا اندراج ایک عمدہ تجویز ہے مگر سوال یہ ہے کہ اس کے لئے گنجائش کہاں سے آوے۔ مجھے یاد ہے کہ گذشتہ سال ایک دفعہ ہوا کہ اس اخبار میں ملکی خبروں کا ایک صفحہ شامل ہوتا تھا۔ میں ایسی خبروں سے مخالف ہوں جو پرانی ہوکر چند تبادلہ کے اخبارات سے حاصل کی جاویں اور اس سے اخبار کی وقعت کم ہوتی ہے۔ ساتھ ہی اس کام کے لئے اخبار میں سے ایک دو صفحہ کی گنجائش نکلنی بھی مشکل ہے اور نہ ہی ایک دو صفحہ اس کے لئے کافی ہیں۔ ملکی خبروں اور تمام دنیا کے حالات کے متعلق ضروری ہے کہ کم سے کم چار صفحہ کا ضمیمہ بدر کے ساتھ علیحدہ نکلا کرے مگر اس کی تیاری کے لئے خاص اہتمام چاہیئے چند روزانہ اور ہفتہ وار انگریزی اور اردو اخبارات تبادلہ میں حاصل کئے جاویں اور علاوہ اس کے ہر بڑے شہر میں جہاں کہ احمدی جماعت موجود ہے۔ بدر کے اس ضمیمہ کے لئے ہر جگہ نامہ نگاروں کی ضرورت ہے۔ جو وقتاً فوقتاً مقامی خبریں لکھتے رہا کریں۔ میرا خیال ہے کہ اس ضمیمہ کے لئے علیحدہ ایک سب اڈیٹر بھی ہو جو آپ کے ماتحت اور آپکی ہدایات کے موافق اپنا کام کرے کیونکہ آپ پہلے ہی اخبار میں دبے ہوئے ہیں۔

یہ تمام انتظام خرچ چاہتا ہے۔ جسکا انتظام بھی ضروری ہے۔ اگر ناظرین بدر کو واقعی یہ شوق ہے کہ ان کے اخبار میں ملکی خبریں ہوا کریں تو وہ اس ضمیمہ کو خریدیں اور اس کا چندہ پیشگی ادا کریں چونکہ محصولڈاک کی ضرورت اس ضمیمہ کے لئے نہ ہوگی میرے خیال میں کم سے کم ایک روپیہ قیمت اس کی مقصود ہیں ہو کر سات سو خریدار اس ضمیمہ کیلئے پیدا ہو جاویں۔ اور بغیر پوری ہونے اس تعداد کے اس کام میں ہاتھ ڈالنا مشکل ہے۔ اگر سات سو یا اس سے زیادہ خریداروں کی خواہش ہو تو اس کام کو شروع کر دیا جاوے ورنہ ہر شخص کا اختیار ہے کہ ملکی خبروں کے حاصل کرنے کے لئے جسطرح چاہے۔ بطور خود انتظام کرے۔

(۲) دوسری تجویز یہ ہے کہ بدر کو ہفتہ میں دو بار کر دیا جاوے جسکے متعلق بندہ صاف صاف عرض کرتا ہے کہ یہ قبل از وقت ہے بدر ہرگز ہفتہ میں دو بار بالفعل نہیں ہونا چاہیئے جبکہ یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ اخبار کی حالت ابھی تک پوری پوری اطمینان بخش نہیں اور نہ ہی اس سے اصل سرمایہ پر کچھ منافع حاصل ہونا شروع ہوا ہے۔ تو پھر ہفتہ میں دو بار کر کے اخبار کو پھر مشکل میں ڈالنا ہے آجکل تیرہ سو پرچوں کی اشاعت کے لئے کم سے کم تیرہ سو پیسہ محصولڈاک کیلئے درکار ہیں۔ تو پھر اس خرچ کو ہفتہ میں دوبارہ کرنا بغیر کافی فنڈ کے عقلمندی سے بعید ہے اور امید کامیابی کی کم ہے۔ میری ناچیز رائے یہ ہے کہ دونوں اخبار بدر اور الحکم بالفعل ہفتہ میں ایکبار ہی شائع ہوں۔ البتہ ایک بڑا نقص انکی اشاعت میں ہے جس کا رفع کرنا لازمی ہے بدر ایک مقررہ دن شائع ہوتا ہے اور الحکم اور ایک مقررہ تاریخ کو یا اس کے دوسرے روز۔ بارہا ایسا ہوتا ہے یہ دونوں اخبار ایک ہی روز قادیان سے روانہ ہوتے ہیں اور اس طرح خریداروں کو ایک ہی روز پہونچتے ہیں یہ بڑا نقص ہے۔ یہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ دونوں اخبارات کے مضامین اور ان کا مذاق علیحدہ ہے۔ مگر قادیان کی خبریں اور کلمات طیبات جو اخبار کا مغز ہیں وہ دونوں میں مشترک ہیں اور اس سے دونوں اخبار خریدنے کا شوق کم ہو جاتا ہے۔

اس نقص کی اصلاح یوں ہو سکتی ہے کہ دونوں اخبار مقررہ تاریخوں میں شائع ہوں اور ہر ایک اخبار دوسرے سے تین چار روز بعد میں شائع ہوا کرے۔ مثلاً الحکم چونکہ ۱۰ - ۱۷ - ۲۴ - اور اخیر تاریخ کو شائع ہوتا ہے بدر کو ضرور نہیں کہ ہر جمعرات کو ہی شائع ہو بلکہ اگر وہ ہر مہینہ کی ۵ - ۱۲ - ۲۰ - ۲۷ - تاریخ یعنے مہینہ میں چار بار شائع ہو تو اسطرح جو لوگ دونوں اخبار خریدتے ہیں انکو ہفتہ میں گویا دو پرچے پہونچتے رہیں گے۔ یعنی ۵ - ۱۰ - ۱۲ - ۱۷ - ۲۰ - ۲۴ - ۲۷ اور اخیر تاریخ اور اس طرح جو مدعا ہے۔ کہ اخبار ہفتہ میں دو بار ہو وہ بھی حاصل ہو جاویگا اور جو لوگ صرف ایک اخبار خریدتے ہیں انکو دوسرا اخبار بھی خواہ نخواہ خریدنے کا شوق ہوگا۔ جو شوق کہ موجودہ صورت میں ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ بسا اوقات آجکل دونوں اخبار ایک روز پہونچتے ہیں اور الہامات و دیگر مقامی خبریں اور کلمات طیبات یکسان ہوتی ہیں۔ اس طرح ہر شخص کو اختیار ہوگا کہ ہفتہ میں دوبار اخبار پڑھنا ہو تو دونوں اخبار خریدے ورنہ ایک ہی۔ اور ناظرین اخبار کو بھی پڑھنے میں آسانی ہوگی جناب کو اس کے متعلق ضرور غور کرنی چاہیئے اور بدر کو بجائے ہر جمعرات کے ۵ - ۱۲ - ۲۰ - ۲۷ تاریخ شائع کرنیکا انتظام کرنا چاہیئے اگر دیگر صاحبان بھی اس رائے سے متفق ہوں۔ میری ناچیز رائے جو تھی عرض کر دی

خاکسار میرزا محمد شفیع ہیڈ کلرک ڈیرہ اسمٰعیل خان۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

پارسہ مسیح

۳ ۔ ذیقعدہ ۱۳۲۴ھ مطابق ۲۰ ۔ دسمبر ۱۹۰۶ء

خدا کی تازہ وحی

۱۶ ۔ دسمبر ۱۹۰۶ء ۔ بشرھم بایّام اللہ وذکرھم تذکیرا

ترجمہ ۔ ان کو خوشخبری دے اللہ تعالیٰ کے دنوں کی اور ان کو نصیحت کر نصیحت کرنا

ضروری اطلاع

اس دقت کو محسوس کر کے جو ہمارے بھائیوں کو مختلف مدات کا چندہ مختلف اشخاص کے نام بھیجنے میں پیش آتی ہیں ۔ صدر انجمن احمدیہ نے یہ فیصلہ کیا ہے ۔ کہ یکم جنوری ۱۹۰۷ء سے ہر ایک قسم کا چندہ بنام محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان آنا چاہیئے ۔ خواہ وہ چندہ مدرسہ کا ہو ۔ یا زکوۃ کا روپیہ یا مقبرہ بہشتی کا روپیہ یا وصیت کا روپیہ ۔ یا آمدنی کا دسواں حصہ یا غیر فنڈ یا مسکین فنڈ یا یتیم فنڈ کا روپیہ غرضیکہ سوائے لنگر خانہ کے روپے کے جو حضرت اقدس کے نام براہ راست آنا چاہیئے ۔ ہر قسم کا چندہ جو قادیان میں بھیجا جاتا ہے ۔ محاسب صدر انجمن احمدیہ کے نام آنا چاہیئے ۔ لنگر کا چندہ اگر کسی اور چندے کے ساتھ شامل کر کے بھیجنا ہو ۔ تو اختیار ہوگا ۔ کہ وہ بھی محاسب صدر انجمن احمدیہ کے نام ہی بھیجدیں اور محاسب اُسے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کر دیگا ۔

مگر اس بات کو مد نظر رکھنا چاہیئے ۔ کہ کوپن میں فرستندہ کو چاہیئے خوشخط لکھا ہوا ہو ۔ اور نیز مفصل ہدایت ہو ۔ کہ کتنا کتنا روپیہ کس کس کی طرف سے کس کس مد کا ہے ۔ میگزین کی قیمت ہے یا امانت میگزین یعنے اشاعت اسلام کا روپیہ ہے ۔ مدرسہ کا روپیہ ہے یا عید فنڈ کا روپیہ ہے ۔ یا مسکین فنڈ یا یتیم فنڈ کا ہے ۔ یا بہشتی مقبرہ کا چندہ ہے ۔ یا وصیت کا روپیہ ہے ۔ یا آمد کا دسواں حصہ ہے یا زکوۃ کا روپیہ ہے ۔ یا کسی جائداد کی قیمت ہے ۔ جو رسالہ الوصیت کے ماتحت انجمن مذکور کو دی گئی ہے ۔ یا کسی مکان کا کرایہ ہے ۔ یا کسی زمین کی آمد ہے جو صدر انجمن احمدیہ کی ملکیت میں ہے یا زکوۃ کا روپیہ ہے ۔ غرض یہ کہ پورے طور کے ساتھ کوپن میں اس امر کو واضح کرنا چاہیئے جس سے محاسب کو غلطی نہ لگے ۔

تمام رقوم کی رسیدیں باضابطہ دی جاوینگی اور ماہ بماہ رقوم آمدنی کسی رسالہ یا اخبار میں شائع ہوتی رہینگی ۔ جس شخص کو باضابطہ رسید دفتر محاسب سے نہ پہنچے ۔ اسے ضروری ہوگا کہ فی الفور اپنی مرسلہ رقم کی تحقیق کرے ۔ ایسا ہی اگر مطبوعہ رسیدوں میں کسی قسم کی غلطی ہو یا کسی نام کا اندراج نہ ہو ۔ تو بھیجنے والے کا فرض ہوگا کہ فی الفور خط و کتابت کرے ۔

المشتہر

خاکسار محمد علی سکرٹری انجمن احمدیہ قادیان

نوٹ ۔ اس امر کا یاد رکھنا ازبس ضروری ہے ۔ کہ رسالہ الوصیت کے ماتحت کئی قسم کا چندہ ہے ۔ شرط اول مقبرہ بہشتی کی یہ ہے کہ کچھ چندہ حسب حیثیت مقبرہ بہشتی کی زمین یا باغ اور دیگر لوازم کی تیاری کے لئے دینا ہوگا ۔ سو یہ چندہ چندہ مقبرہ بہشتی کہلاتا ہے ۔ دوسری شرط وصیت کی یہ ہے ۔ کہ وصیت کرے ۔ یا جائداد کی قیمت کر کے روپیہ داخل کرے یا آمد کا دسواں حصہ ہے ۔ سو اس کو الگ سمجھنا چاہیئے ۔ کیونکہ ان دونوں شرطوں کا الگ الگ پورا کرنا ضروری ہے ۔

لیکچر لودیانہ ۔ لودیانہ کا لیکچر حضرت اقدس کی ضروری تقریر تھی اور بہت سے احباب کی خواہش تھی کہ اس کو اخبار بدر میں درج کر دیا جاوے لیکن میں نے سوچا کہ تھوڑا تھوڑا درج کرنے سے پورا پورا لطف نہیں رہتا ۔ اس واسطے سارا لیکچر ایک ہی اخبار میں درج کیا گیا ہے جس کے سبب سے اخبار بجائے ۱۶ صفحہ کے ۲۰ صفحہ کا ہو گیا ہے اور یہی سبب ہے کہ دو روز اشاعت میں دیر ہوئی ۔ جیسا کہ گذشتہ پرچہ میں اطلاع دی گئی اور چونکہ یہ اخبار دو دن بعد تک چھپتا رہا ۔ اس واسطے اگلے اخبار کے صفحے پورے نہ ہو سکیں گے ۔

معذرت ۔ افسوس ہے کہ ان ایام میں بسبب کمی فنڈ کے نہ تو اخبار کیواسطے کاغذ عمدہ قسم کا لگ سکا اور نہ مضامین کی طرف کافی توجہ ہو سکی ۔ تفسیر بھی ان ایام میں درج نہیں ہو سکی لیکن ۱۹۰۷ء سے انشاء اللہ تفسیر القرآن اور دیگر ضروری مضامین باقاعدہ نکلنے شروع ہو جاینگے انشاء اللہ اور کاغذ کے واسطے بھی انتظام مناسب ہو جایگا ۔

رعایت ۔ ۲۷ ۔ دسمبر ۱۹۰۶ء سے ۳ جنوری ۱۹۰۷ء تک براہین احمدیہ اور درثمین کی قیمت میں بہ تقریب جلسہ خاص رعایت کی جاویگی ۔ براہین احمدیہ چار جلد کی قیمت ۱۲

حضرت مسیح موعود کا

لیکچر لودیانہ میں

(منقول از الحکم)

اول میں اللہ تعالےٰ کا شکر کرتا ہوں جس نے مجھے یہ موقع دیا کہ میں پھر اس شہر میں تبلیغ کرنے کے لئے آؤں۔ میں اس شہر میں چودہ برس کے بعد آیا ہوں اور میں ایسے وقت اس شہر سے گیا تھا جبکہ میرے ساتھ چند آدمی تھے اور تکفیر تکذیب اور دجال کہنے کا بازار گرم تھا اور میں لوگوں کی نظر میں اس انسان کی طرح تھا جو مطرود اور مخذول ہوتا ہے اور ان لوگوں کے خیال میں تھا کہ تھوڑے ہی دنوں میں یہ جماعت مردود ہو کر منتشر ہو جاوے گی اور اس سلسلہ کا نام و نشان مٹ جاوے گا چنانچہ اس غرض کے لئے بڑی بڑی کوششیں اور منصوبے کئے گئے اور ایک بڑی بھاری سازش میرے خلاف یہ کی گئی کہ مجھ پر اور میری جماعت پر کفر کا فتوےٰ لکھا گیا اور سارے ہندوستان میں اس فتوےٰ کو پھرایا گیا میں افسوس ظاہر کرتا ہوں کہ سب سے اول مجھ پر کفر کا فتوےٰ اسی شہر کے چند مولویوں نے دیا مگر میں دیکھتا ہوں اور آپ دیکھتے ہیں کہ وہ کافر کہنے والے موجود نہیں اور خدا تعالےٰ نے مجھے اب تک زندہ رکھا اور میری جماعت کو بڑھایا میرا خیال ہے کہ وہ فتوےٰ کفر جو دوبارہ میرے خلاف تیار ہوا ہے ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں میں پھرایا گیا اور دو سو کے قریب مولویوں اور مشائخوں کی گواہیاں اور مہریں اس پر کرائی گئیں اس پر ظاہر کیا گیا کہ یہ شخص بے ایمان ہے کافر ہے دجال ہے مفتری ہے کافر ہے بلکہ اکفر ہے غرض جو جو کچھ کسی سے ہو سکا میری نسبت اس نے لکھا اور ان لوگوں نے اپنے خیال میں یہ سمجھ لیا کہ بس یہ ہتھیار اب اس سلسلہ کو ختم کر دے گا اور فی الحقیقت اگر یہ سلسلہ انسانی منصوبہ اور افترا ہوتا تو اس کے ہلاک کرنے کے لئے یہ فتوےٰ کا ہتھیار بہت ہی زبردست تھا لیکن اس کو خدا نے قائم کیا تھا پھر وہ مخالفوں کی مخالفت اور عداوت سے کیونکر مر سکتا تھا جسقدر مخالفت میں شدت ہوتی گئی۔ اسیقدر اس سلسلہ کی عظمت اور عزت دلوں میں جڑ پکڑتی گئی اور آج میں خدا تعالےٰ کا شکر کرتا ہوں کہ یا تو وہ زمانہ تھا کہ جب میں اس شہر میں آیا اور یہاں سے گیا تو صرف چند آدمی میرے ساتھ تھے۔ اور میری جماعت کی تعداد نہایت ہی قلیل تھی اور یا اب وہ وقت ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ ایک کثیر جماعت میرے ساتھ ہے اور جماعت کی تعداد دو لاکھ تک پہنچ چکی ہے اور دن بدن ترقی ہو رہی ہے اور یقیناً کروڑوں تک پہنچے گی۔

پس یہ انقلاب عظیم کہ دیکھو کیا یہ انسانی ہاتھ کا کام ہو سکتا ہے دنیا کے تو لوگوں نے چاہا کہ اس سلسلہ کا نام و نشان مٹا دیں اور اگر ان کے اختیار میں ہوتا تو وہ کبھی کا اس کو مٹا چکے ہوتے مگر یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے وہ جن باتوں کا ارادہ فرماتا ہے دنیا ان کو روک نہیں سکتی اور جن باتوں کا دنیا ارادہ کرے مگر خدا تعالےٰ ان کا ارادہ نہ کرے وہ کبھی ہو نہیں سکتی ہیں۔

غور کرو میرے معاملہ میں کل علماء اور پیرزادے اور گدی نشین مخالف ہوئے اور دوسرے مذہب کے لوگوں کو بھی میری مخالفت کے لئے اپنے ساتھ ملا لیا۔ پھر میری نسبت ہر طرح کی کوشش کی مسلمانوں کو بدظن کرنے کے لئے مجھ پر کفر کا فتوےٰ دیا اور پھر جب اس تجویز میں بھی کامیابی نہ ہوئی تو پھر مقدمات شروع کئے خون کے مقدمہ میں مجھے پھنسایا۔ اور ہر طرح کی کوششیں کیں کہ میں سزا پا جاؤں ایک پادری کے قتل کا الزام مجھ پر لگایا گیا۔ اس مقدمہ میں مولوی محمد حسین نے بھی میرے خلاف بڑی کوشش کی اور خود شہادت دینے کے واسطے گیا وہ چاہتا تھا کہ میں پھنس جاؤں اور مجھے سزا ملے مولوی محمد حسین کی یہ کوشش ظاہر کرتی تھی کہ وہ دلائل اور براہین سے عاجز ہے اس لئے کہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب دشمن دلائل سے عاجز ہوتا ہے اور براہین سے ملزم نہیں کر سکتا تو ایذا و قتل کی تجویزیں کرتا ہے اور وطن سے نکال دینے کا ارادہ کرتا ہے اور اس کے خلاف مختلف قسم کے منصوبے اور سازشیں کرتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں جب کفار مکہ عاجز آ گئے اور ہر طرح سے ساقط ہو گئی تو آخر انہوں نے بھی اس قسم کے حیلے سوچے کہ آپ کو قتل کر دیں یا قید کریں یا آپ کو وطن سے نکال دیا جاوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو ایذائیں دیں مگر آخر وہ سب کے سب اپنے ارادوں اور منصوبوں میں نامراد اور ناکام رہے اب وہی سنت اور طریق میرے ساتھ ہو رہا ہے مگر یہ دنیا بغیر خالق اور رب العالمین کے ہستی نہیں رکھتی رہی ہے جو جھوٹے اور سچے میں امتیاز کرتا ہے اور آخر سچے کی حمایت کرتا اور اسے غالب کر کے دکھا دیتا ہے اب اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کا یہ نمونہ دکھایا ہے۔ میں اس کی تائیدوں کا ایک زندہ نشان ہوں اور اس وقت تم سب کے سب دیکھتے ہو کہ میں وہی ہوں جس کو قوم نے رد کیا اور مقبولوں کی طرح کھڑا ہوں تم قیاس کرو کہ اس وقت آج سے چودہ برس پیشتر جب میں یہاں آیا تھا تو کون چاہتا تھا کہ ایک آدمی بھی میرے ساتھ ہو علماء فقراء اور ہر قسم کے معظم مکرم لوگ یہ چاہتے تھے کہ میں ہلاک ہو جاؤں اور اس سلسلہ کا نام و نشان مٹ جاوے وہ کبھی گوارا نہیں کرتے تھے کہ ترقیات نصیب ہوں مگر وہ خدا جو ہمیشہ اپنے بندوں کی حمایت کرتا ہے اور جس نے راستبازوں کو غالب کر کے دکھایا ہے اس نے میری حمایت کی اور میرے مخالفوں کے خلاف ان کی امیدوں اور منصوبوں کے بالکل برعکس اس نے مجھے وہ قبولیت بخشی کہ ایک خلق کو میری طرف متوجہ کیا جو ان مخالفتوں اور مشکلات کے پردوں اور روکوں کو چیرتی ہوئی میری طرف آئی اور آ رہی ہے اب غور کا مقام ہے کہ کیا انسانی تجویزوں اور منصوبوں سے یہ کامیابی ہو سکتی ہے کہ دنیا کے بارسوخ لوگ ایک شخص کی ہلاکت کی فکر میں ہوں اور اس کے خلاف ہر قسم کے منصوبے کئے جاویں اس کے لئے خوفناک آگ جلائی جلاوے مگر وہ ان سب آفتوں سے صاف نکل جاوے ہرگز نہیں یہ خدا کے کام ہیں جو ہمیشہ اس نے دکھلائے ہیں۔ پھر اس امر پر زبردست دلیل یہ ہے کہ آج سے ۲۵ برس پیشتر جب کہ کوئی بھی میرے نام سے واقف نہ تھا اور نہ کوئی شخص قادیان میں میرے پاس آتا تھا یا خط و کتابت رکھتا تھا اس گمنامی کی حالت میں ان کس مپرسی کے ایام میں اللہ تعالےٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔

یأتون من کل فج عمیق و یأتیک من کل فج عمیق

لاتصعر لخلق الله ولا تسئم من الناس رب لا تذرنی فردا و انت خیر الوارثین یہ وہ زبردست پیشگوئی ہے جو ان ایام میں کی گئی اور چھپ کر شائع ہو گئی اور ہر مذہب و ملت کے لوگوں نے اُسے پڑھا ایسی حالت اور ایسے وقت میں کہ میں گمنامی کے گوشہ میں پڑا ہوا تھا اور کوئی شخص مجھے نہ جانتا تھا خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ تیرے پاس دور دراز ملکوں سے لوگ آئیں گے اور کثرت سے آئیں گے اور ان کے لئے مہمانداری کے ہر قسم کے سامان اور لوازمات بھی آئیں گے چونکہ ایک شخص ہزاروں لاکھوں انسانوں کو مہمانداری کے جمیع لوازمات مہیا نہیں کر سکتا اور نہ اس قدر اخراجات کو برداشت کر سکتا ہے اس لئے خود ہی فرمایا۔ یأتیک من کل فج عمیق ۔ ان کے سامان بھی ساتھ ہی آئیں گے اور پھر انسان کثرت مخلوقات سے گھبرا جاتا ہے اور ان سے کج خلقی کر بیٹھتا ہے۔ اس لئے اس سے منع کیا کہ ان سے کج خلقی نہ کرنا اور پھر یہ بھی فرمایا کہ لوگوں کی کثرت کو دیکھ کر تھک نہ جانا

اب آپ غور کریں کہ کیا یہ امر انسانی طاقت کے اندر ہے کہ پچیس تیس برس پہلے ایک واقعہ کی خبر دے اور وہ بھی اسی کے متعلق اور پھر اسی طرح پر وقوع بھی ہو جاوے۔ انسانی ہستی اور زندگی کا تو ایک منٹ کا بھی اعتبار نہیں اور نہیں کہہ سکتے کہ دوسرا سانس آئیگا یا نہیں پھر ایسی خبر دینا یہ کیونکر اس کی طاقت اور قیاس میں آسکتا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ میں بالکل اکیلا تھا اور لوگوں سے ملنے سے بھی مجھے نفرت تھی اور چونکہ ایک وقت آنیوالا تھا کہ لاکھوں انسان میری طرف رجوع کریں اس لئے اس نصیحت کی ضرورت پڑی۔ لا تصعر لخلق الله ولا تسئم من الناس۔ اور پھر انہی دنوں میں یہ بھی فرمایا۔ انت منی بمنزلة توحیدی فحان ان تعان وتعرف بین الناس۔ یعنے وہ وقت آتا ہے کہ تیری مدد کی جاوے گی اور لوگوں کے درمیان شناخت کیا جاوے گا۔ اسی طرح پر فارسی عربی اور انگریزی میں کثرت سے ایسے الہامات ہیں جو اس مضمون کو ظاہر کرتے ہیں۔

اب سوچنے کا مقام ہے ان لوگوں کے لئے جو خدا کا خوف رکھتے ہیں کہ اس قدر عرصہ دراز پیشتر ایک پیشگوئی کی گئی اور وہ کتاب میں چھپ کر شائع ہوئی۔ براہین احمدیہ ایسی کتاب ہے جس کو دوست دشمن سب نے پڑھا۔ گورنمنٹ میں بھی اس کی کاپی بھیجی گئی۔ عیسائیوں ہندوؤں نے اسے پڑھا۔ اس شہر میں بھی بہتوں کے پاس یہ کتاب ہوگی۔ وہ دیکھیں کہ اس میں درج ہو

یا نہیں۔ بیہودہ مولوی (جو محض عداوت کی راہ سے مجھے دجال اور کذاب کہتے ہیں اور یہ بیان کرتے ہیں کہ کوئی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی) شرم کریں اور بتائیں کہ اگر یہ پیشگوئی نہیں تو پھر اور پیشگوئی کس کو کہتے ہیں۔ یہ وہ کتاب ہے جس کا ریویو مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی نے کیا ہے چونکہ وہ میرے ہم سبق تھے اس لئے اکثر قادیان آیا کرتے تھے وہ خوب جانتے ہیں اور ایسا ہی قادیان۔ بٹالہ۔ امرتسر وغیرہ گرد و نواح کے لوگوں کو خوب معلوم ہے کہ اس وقت میں بالکل اکیلا تھا اور کوئی مجھے جانتا نہ تھا۔ اور اس وقت کی حالت سے عند العقل بعید از قیاس معلوم ہوتا تھا کہ میرے جیسے ایک گمنام کے لئے ایسا زمانہ آئیگا کہ لاکھوں آدمی اس کے ساتھ ہو جاویں گے میں سچ کہتا ہوں کہ میں اس وقت کچھ بھی نہ تھا۔ تنہا و بیکس تھا خود اللہ تعالیٰ نے مجھے اس زمانہ میں مجھے یہ دعا سکھلائی ہے رب لا تذرنی فردا و انت خیر الوارثین۔۔

یہ دعا اس لئے سکھائی کہ وہ پیار رکھتا ہے ان لوگوں سے جو دعا کرتے ہیں کیونکہ دعا عبادت ہے اور اس نے فرمایا ہے ادعونی استجب لکم دعا کرو میں قبول کروں گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مغز اور مخ عبادت کا دعا ہی ہے اور دوسرا اشارہ اس میں یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ دعا کے پیرایہ میں سکھانا چاہتا ہے کہ تو اکیلا ہے اور ایک وقت آئیگا کہ تو اکیلا نہ رہیگا اور میں پکار کر کہتا ہوں کہ جیسا یہ دن روشن ہے (اس وقت آفتاب نکلا ہوا تھا ایڈیٹر) اسی طرح یہ پیشگوئی روشن ہے اور یہ امر واقعی ہے کہ میں اس وقت اکیلا تھا کون کھڑا ہو کر کہہ سکتا ہے کہ تیرے ساتھ جماعت تھی۔ مگر اب دیکھو کہ اللہ تعالےٰ کے ان وعدوں کے موافق اور اس پیشگوئی کے موافق جو اس نے ایک زمانہ پہلے خبر دی ایک کثیر جماعت میرے ساتھ کر دی ایسی حالت اور صورت میں اس عظیم الشان پیشگوئی کو کون جھٹلا سکتا ہے پھر جبکہ اسی کتاب میں یہ پیشگوئی بھی موجود ہے کہ لوگ خطرناک طور پر مخالفت کریں گے اور اس جماعت کو روکنے کے لئے ہر قسم کی کوششیں کرینگے مگر میں سب کو نامراد کروں گا۔

پھر براہین احمدیہ میں یہ بھی پیشگوئی کی گئی ہے کہ جب تک پاک پلید میں فرق نہ کر لوں گا نہیں چھوڑوں گا

ان واقعات کو پیش کر کے ان لوگوں کو مخاطب نہیں کرتا جن کے دلوں میں خدا کا خوف نہیں اور جو گویا یہ سمجھتے ہیں کہ کبھی مرنا ہی نہیں اور خدا تعالیٰ کی کلام میں تحریف کرتے ہیں بلکہ میں ان لوگوں کو مخاطب کرتا ہوں جو اللہ تعالےٰ سے ڈرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ مرنا ہے اور موت کے دروازے قریب ہو رہے ہیں اس لئے کہ خدا سے ڈرنے والا ایسا گستاخ نہیں ہو سکتا۔ وہ غور کریں کہ کیا پچیس برس پیشتر ایسی پیشگوئی کرنا انسانی طاقت اور قیاس کا نتیجہ ہو سکتا ہے پھر ایسی حالت میں کہ کوئی اسے جانتا بھی نہ ہو اور ساتھ ہی یہ پیشگوئی بھی ہو کہ لوگ مخالفت کریں گے مگر وہ نامراد رہیں گے۔ مخالفوں کے نامراد رہنے اور اپنے بامراد ہو جانے کی پیشگوئی کرنا ایک خارق عادت امر ہے اگر اس کے ماننے میں کوئی شک ہے تو پھر نظیر پیش کرو۔

میں دعوے سے کہتا ہوں کہ حضرت آدم سے لے کر اس وقت تک کسی مفتری کی نظیر دو جس نے پچیس برس پیشتر اپنے گمنامی کی حالت میں ایسی پیشگوئیاں کی ہوں اور وہ یوں روز روشن کی طرح پوری ہو گئی ہوں۔ اگر کوئی شخص ایسی نظیر پیش کر دے تو یقیناً یاد رکھو کہ یہ سارا سلسلہ اور کاروبار باطل ہو جاوے گا۔ مگر اللہ تعالےٰ کے کاروبار کو کون باطل کر سکتا ہے یونہی تکذیب کرنا اور بلاوجہ معقول انکار اور استہزا یہ حرام زادوں کا کام ہے کوئی حلال زادہ ایسی جرأت نہیں کر سکتا۔

میں اپنی سچائی کو اسی پر حصر کر سکتا ہوں اگر تم میں کوئی سلیم عقل رکھتا ہو خوب یاد رکھو کہ پیشگوئی کبھی رد نہیں ہو سکتی جب تک اس کی نظیر پیش نہ کی جاوے میں پھر کہتا ہوں کہ یہ پیشگوئی براہین احمدیہ میں موجود ہے جس کا ریویو مولوی ابو سعید نے لکھا ہے اسی شہر میں مولوی محمد حسن اور منشی محمد [illegible] وغیرہ کے پاس ہوگی۔ اس کا نسخہ مکہ مدینہ بخارا تک پہنچا گورنمنٹ کے پاس اس کی کاپی بھیجی گئی ہندوؤں۔ مسلمانوں۔ عیسائیوں برہموؤں نے اسے پڑھا اور کوئی گمنام کتاب نہیں بلکہ وہ مشہور کتاب ہے کوئی پڑھا لکھا آدمی جو مذہبی مذاق رکھتا ہے

اس سے بڑھ کر نہیں ہے۔ پھر اس کتاب میں یہ پیشگوئی لکھی ہوئی موجود ہے۔ کہ میں دنیا تیرے ساتھ ہو جاوے گی دنیا میں تجھے شہرت دونگا۔ تیرے مخالفوں کو نامراد رکھونگا اب بتاؤ کیا یہ کام کسی مفتری کا ہو سکتا ہے؟ اگر تم یہی فیصلہ دیتے ہو۔ کہ ہاں یہ مفتری کا کام ہو سکتا ہے۔ تو پھر اس کی نظیر پیش کرو۔ اگر نظیر دکھا دو۔ تو میں تسلیم کر دونگا۔ کہ میں جھوٹا ہوں۔ مگر کوئی نہیں جو اس کی نظیر دکھا سکے۔ اور اگر تم اس کی نظیر نہ پیش کر سکو۔ اور یقیناً نہیں کر سکو گے۔ تو پھر میں تمہیں یہی کہتا ہوں۔ کہ

خدا سے ڈرو اور تکذیب سے باز آؤ

یاد رکھو۔ خدا تعالیٰ کے نشانات کو بدوں کسی سند کے رد کرنا دانشمندی نہیں اور نہ اس کا انجام کبھی بابرکت ہوا ہے؟ میں کسی کی تکذیب یا تکفیر کی پروا نہیں کرتا اور ان حملوں سے ڈرتا ہوں۔ جو مجھ پر کئے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے آپ ہی مجھے قبل از وقت بتا دیا تھا۔ کہ تکذیب اور تکفیر ہوگی اور خطرناک مخالفت سے ذلیل کریں گے۔ مگر کچھ بگاڑ نہ سکیں گے کیا مجھ سے پیشتر راستبازوں اور خدا کے ماموروں کو رد نہیں کیا گیا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فرعون اور فرعونیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام پر فقیہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مشرکین مکہ نے کیا کیا تہمتیں نہیں لگائیں۔ مگر ان حملوں کا انجام کیا ہوا؟ ان مخالفوں نے ان نشانات کے مقابلہ میں کبھی کوئی نظیر پیش کی؟ کبھی نہیں۔ نظیر پیش کرنے سے تو ہمیشہ عاجز رہے۔ کہاں زبانیں چلتی رہیں۔ اس لئے وہ کذاب کہتے رہے اسی طرح یہاں بھی جب عاجز آ گئے۔ تو اور تو کچھ پیش گئی۔ وہ جلدی کذب کہدیا۔ مگر ان منہ کی پھونکوں سے کیا یہ خدا تعالیٰ کے نور بجھا دیں گے؟ کبھی نہیں بجھا سکیں گے۔

ولا ہ متم نورہ ولو کرہ المشرکون

وہ سب خوارق اور نشانات کو وہ لوگ جو بدظنی کا مادہ اپنے اندر رکھتے ہیں کہدیتے ہیں کہ شاید دست بازی ہو مگر پیشگوئی میں انہیں کوئی عذر باقی نہیں رہتا۔ اس لئے نشانات نبوت میں عظیم الشان نشان اور معجزہ پیشگوئیوں کو قرار دیا گیا ہے یہ امر توریت سے بھی ثابت ہے۔ اور قرآن مجید سے بھی۔ پیشگوئیوں کے برابر کوئی معجزہ نہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ کے ماموروں کو ان کی پیشگوئیوں سے شناخت کرنا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نشان مقرر کر دیا ہے۔

لا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول

یعنے اللہ تعالیٰ کے غیب کا کسی پر ظہور نہیں ہوتا مگر اللہ کے برگزیدہ رسولوں پر ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی یاد رہے۔ کہ بعض پیشگوئیاں باریک اسرار اپنے اندر رکھتی ہیں۔ اور دقیق امور کی وجہ سے ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی ہیں۔ جو دور بین آنکھیں نہیں رکھتے اور موٹی موٹی باتوں کو صرف سمجھ سکتے ہیں۔ ایسی ہی پیشگوئیوں پر عموماً تکذیب ہوتی ہے اور جلدباز اور شتاب کار کہہ اٹھتے ہیں کہ وہ پوری نہیں ہوئیں اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ظنوا انہم قد کذبوا

ان پیشگوئیوں میں لوگ شبہات پیدا کرتے ہیں۔ مگر فی الحقیقت وہ پیشگوئیاں خدا تعالیٰ کے علم کے ماتحت پوری ہو جاتی ہیں۔ تاہم اگر وہ سمجھ میں بھی نہ آئیں۔ تو مومن اور خدا ترس انسان کا کام یہ ہونا چاہیئے۔ کہ وہ ان پیشگوئیوں پر نظر کرے جن میں دقائق نہیں۔ یعنے جو موٹی موٹی پیشگوئیاں ہیں۔ پھر دیکھے۔ کہ وہ کس قدر تعداد میں پوری ہو چکی ہیں۔ یونہی منہ سے انکار کر دینا تقوےٰ کے خلاف ہے۔ دیانت اور خدا ترسی سے ان پیشگوئیوں کو دیکھنا چاہیئے۔ جو پوری ہو چکی ہیں مگر جلدبازوں کا منہ کون بند کرے۔ اس قسم کے امور حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پیش آئے۔ پھر اگر یہ امر مجھے بھی پیش آوے۔ تو تعجب نہیں بلکہ ضرور تھا کہ ایسا ہوتا کیونکہ سنت اللہ یہی تھی۔

میں کہتا ہوں کہ مومن کے لئے تو ایک شہادت بھی کافی ہے اسی سے اس کا دل کانپ جاتا ہے مگر یہاں تو ایک نہیں صدہا نشان موجود ہیں بلکہ میں دعوےٰ سے کہتا ہوں کہ اس قدر ہیں کہ انہیں گن نہیں سکتا۔

یہ شہادت تھوڑی نہیں کہ رحمان کو فتح کریگا۔ مکذبوں کو موافق بنا لیگا۔ اگر کوئی خدا کا خوف کرے اور دل میں دیانت اور دور اندیشی سے سوچے۔ تو اسے بے اختیار ماننا پڑے گا۔ کہ یہ خدا کی طرف سے ہے

پھر یہ بھی ظاہر بات ہے کہ مخالف جب تک رد نہ کرے اور اس کی نظیر پیش نہ کرے خدا کی حجت غالب ہے

اب خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ میں اسی خدا کا شکر کرتا ہوں جس نے مجھے بھیجا ہے اور باوجود اس شور اور طوفان کے جو مجھ پر اٹھا اور جس کی جڑ اور ابتدا اسی شہر سے اٹھی اور یہ دلی تک ہو گئی۔ مگر اس نے تمام طوفانوں اور ابتلاؤں میں مجھے صحیح سالم اور کامیاب نکالا اور مجھے ایسی حالت میں اس شہر میں لایا کہ تین لاکھ سے زیادہ لوگ میرے مبایعین میں داخل ہیں اور کوئی مہینہ نہیں گذرتا جس میں دو ہزار چار ہزار بعض اوقات پانچ پانچ ہزار اس سلسلہ میں داخل نہ ہوتے ہوں

پھر اس خدا نے ایسے وقت میں میری دستگیری کی کہ جب قوم ہی دشمن ہو گئی۔ جب کسی شخص کی دشمن اس کی قوم ہی ہو جاوے۔ تو وہ بیکس اور بڑا بے دست و پا ہوتا ہے کیونکہ قوم ہی تو دست و پا اور جوارح ہوتی ہے۔ وہی اس کی مدد کرتی ہے۔ دوسرے لوگ تو دشمن ہوتے ہی ہیں۔ کہ ہمارے مذہب پر حملہ کرتا ہے لیکن جب اپنی قوم بھی دشمن ہو۔ تو پھر بچ جانا اور کامیاب ہو جانا معمولی بات نہیں بلکہ ایک زبردست نشان ہے

میں نہایت افسوس اور درد دل سے یہ بات کہتا ہوں۔ کہ قوم نے میری مخالفت میں نہ صرف جلدی کی۔ بلکہ بہت بیدردی بھی کی۔ صرف ایک مسئلہ وفات مسیح کا اختلاف تھا جس کو میں قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت صحابہ کے اجماع اور عقلی دلائل سے اور کتب سابقہ سے ثابت کرتا تھا اور کرتا ہوں اور حنفی مذہب کے موافق نص حدیث۔ قیاس۔ دلائل شرعیہ میرے ساتھ تھیں۔ مگر ان لوگوں نے قبل اس کے کہ وہ پورے طور پر مجھ سے پوچھ لیتے اور میرے دلائل کو سن لیتے اس مسئلہ کی مخالفت میں یہاں تک غلو کیا کہ مجھے کافر ٹھہرایا گیا اور اس کے ساتھ اور بھی جو چاہا اور کہا اور میرے ذمہ لگا یا۔

آخری زمانہ مین جب عیسائیت کا غلبہ ہوگا اسوقت مسیح موعود کے ہاتھ پر اسلام کا غلبہ ہوگا اور وہ کل ادیان اور ملتون پر اسلام کو غالب کر کے دکہا دیگا اور دجال کو قتل کریگا اور صلیب کو توڑیگا اور وہ زمانہ آخری زمانہ ہوگا نواب صدیق حسن خان اور دوسرے بزرگوں نے جنہون نے آخری زمانہ کے متعلق کتابین لکہی ہین اُنہون نے بھی اس امر کو تسلیم کیا ہے۔ اب اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے لئے بھی تو کوئی سبب اور ذریعہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالی کی یہ عادت ہے کہ وہ اسباب سے کام لیتا ہے دواؤن سے شفا دیتا ہے اور اغذیہ اور پانی سے بہوک پیاس کو دور کرتا ہے۔ اسی طرح اب جبکہ عیسائی مذہب کا غلبہ ہوگیا۔ اور ہر طبقہ کے مسلمان اس گروہ مین داخل ہو چکے ہین۔ اللہ تعالے نے ارادہ فرمایا ہے کہ اسلام کو اپنے وعدہ کے موافق غالب کرے۔ اس کے لئے بہر حال کوئی ذریعہ اور سبب ہوگا اور وہ یہی **موت مسیح کا حربہ ہے** اس حربہ سے صلیبی مذہب پر موت وارد ہوگی اور ان کی کمرین ٹوٹ جاوینگی مین سچ کہتا ہون کہ اب عیسائی غلطیون کے دور کرنے کے لئے اس سے بڑھ کر کیا سبب ہوسکتا ہے کہ مسیح کی وفات ثابت کی جاوے۔ اپنے گھرون مین اس امر پر غور کرین اور تنہائی مین بستروں مین لیٹ کر سوچین۔ مخالفت کیحالت مین تو جوش آتا ہے۔ سعید الفطرت آدمی پھر سوچ لیتا ہے۔ دلی مین جب مین نے تقریر کی تھی۔ تو سعید الفطرت انسانون نے تسلیم کر لیا اور وہ بول اُٹھے۔ کہ بیشک حضرت عیسیٰ کی پرستش کا ستون ان کی زندگی ہے۔ جب تک یہ نہ ٹوٹے اسلام کے لئے دروازہ نہین کھلتا بلکہ عیسائیت کو اس سے مدد ملتی ہے۔ جو ان کی زندگی سے پیار کرتے ہین۔ انہین سوچنا چاہیئے۔ کہ دو گواہون کے ذریعہ سے پھانسی مل جاتی ہے مگر یہان اس قدر شواہد موجود ہین۔ اور وہ بدستور انکار کرتے جاتے ہین۔ اللہ تعالی قرآن مجید مین فرماتا ہے۔ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ۔ اور پھر حضرت مسیح کا اپنا اقرار اسی قرآن مجید مین موجود ہے۔ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم اور توفی کے معنے موت بھی قرآن مجید ہی سے ثابت ہے کیونکہ یہی لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی آیا ہے۔ جیساکہ فرمایا۔ واما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فلما توفیتنی کہا ہے جس کے معنے موت ہی ہین اور ایسا ہی حضرت یوسف اور دوسرے لوگون کے لئے بھی یہی لفظ آیا ہے۔ پھر ایسی صورتین اسکے کوئی اور معنے کیونکر ہوسکتے ہین؟ یہ بڑی زبردست شہادت مسیح کی وفات پر ہے۔ اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات مین حضرت عیسے کو مُردوں مین دیکھا۔ حدیث معراج کا تو کوئی انکار نہین کرسکتا اسے کہولکر دیکھ لو کہ کیا اس مین حضرت عیسے کا ذکر مُردون کے ساتھ آیا ہے یا کسی اور رنگ مین جیسے آپ نے حضرت ابراہیم اور موسے اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو دیکھا۔ اس طرح حضرت عیسے کو دیکھا ان مین کوئی خصوصیت اور امتیاز نہ تہا اس بات سے تو کوئی انکار نہین کرسکتا کہ حضرت موسے اور ابراہیم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام وفات پاچکے ہین اور قابض الارواح نے ان کو دوسرے عالم مین پہونچا دیا ہے پہر اُن مین ایک شخص زندہ بجسدہ العنصری کیسے چلاگیا۔ یہ شہادتین تہوڑی نہین ہین ایک سچے مسلمان کے لئے کافی ہین۔ پہر دوسری احادیث مین ان سب امور پر ایک جانی نظر کرنے کے بعد یہ امر تقوی کے خلاف تہا کہ جہٹ پٹ یہ فیصلہ کر دیا جاتا کہ مسیح زندہ آسمان پر چلاگیا ہے اور پہر اس کی کوئی نظیر بھی نہین عقل بھی یہی تجویز کرتی تہی۔ مگر افسوس ان لوگون نے ذرا بھی خیال نہ کیا اور خدا ترسی سے کام نہ لے فوراً **مجھے دجّال** کہدیا۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ کیا یہ تہوڑی سی بات تھی؟ افسوس!

پھر جب کوئی عذر نہین بن سکتا تو کہتے ہین درمیانی زمانہ مین اجماع ہوچکا۔ مین کہتا ہون کب؟ اصل اجماع تو صحابہ کا اجماع تھا۔ اگر اس کے بعد اجماع ہوا ہے تو اب ان مختلف فرقون کو تو اکٹھا کر کے دکہاؤ مین سچ کہتا ہون کہ یہ بالکل غلط بات ہے۔ مسیح کی زندگی پر کبھی اجماع نہین ہوا۔ انہون نے کتابون کو نہین پڑہا ورنہ انہین معلوم ہوجاتا کہ صوفی موت کے قائل ہین اور وہ ان کی دوبارہ آمد بروزی رنگ مین مانتے ہین غرض جیسے مین نے اللہ تعالے کی حمد کی ہے ویسے ہی مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہون کہ آپ ہی کے لئے اللہ تعالے نے اس سلسلہ کو قایم کیا ہے۔ اور آپ ہی کے فیضان اور برکات کا نتیجہ ہے جو یہ نصرتین ہو رہی ہین۔ مین کہولکر کہتا ہون اور یہی میرا عقیدہ اور مذہب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور آپ کی نقش قدم پر چلنے کے بغیر انسان کوئی روحانی فیض اور فضل حاصل نہین کرسکتا۔

پھر اس کے ساتھ ہی ایک اور امر قابل ذکر ہے اگر مین اس کا بیان نہ کرون تو ناشکری ہوگی اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالے نے ہمکو ایسی سلطنت اور حکومت مین پیدا کیا ہے جو ہر طرح سے امن دیتی ہے اور جس نے ہمکو اپنے مذہب کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے پوری آزادی دی ہے اور ہر قسم کے سامان اس مبارک عہد مین ہمین میسر آئے ہین اس سے بڑھ کر اور کیا آزادی ہوگی۔ کہ ہم عیسائی مذہب کی تردید زور و شور سے کرتے ہین اور کوئی نہین پوچھتا مگر اس سے پہلے ایک زمانہ تہا۔ اس زمانہ کے دیکھنے والے بھی ابتک موجود ہین۔ اسوقت یہ حالت تہی کہ کوئی مسلمان اپنی مسجدون مین اذان تک نہین کہہ سکتا تہا اور باآواز کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ اور حلال چیزون کے کہانے سے روکا جاتا تہا۔ کوئی باقاعدہ تحقیقات نہ ہوتی تہی مگر یہ اللہ تعالے کا فضل اور احسان ہے کہ ہم ایک ایسی سلطنت کے نیچے ہین جو ان تمام عیوب سے پاک ہے مین نے سلطنت انگریزی جو امن پسند ہے جس کو مذاہب کے اختلاف سے کوئی اعتراض نہین اور جس کا قانون ہے کہ ہر اہل مذہب آزادی سے اپنے مذہبی فرض ادا کرے چونکہ اللہ تعالے نے ارادہ فرمایا ہے کہ ہماری تبلیغ ہر جگہ پہنچ جاوے اسلئے اس نے ہمکو اس سلطنت مین پیدا کیا جس طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نوشیروان کے عہد سلطنت پر فخر کرتے تھے اسی طرح پر ہمکو اس سلطنت پر فخر ہے یہ قاعدہ کی بات ہے کہ مامور چونکہ عدل اور راستی لاتا ہے اس لئے اس سے پہلے کہ وہ مامور ہوکر آئے عدل اور راستی کا اجرا ہونے لگتا ہے مین یقین رکھتا ہون کہ اس رومی سلطنت سے جو مسیح علیہ السلام کے زمانہ مین تھی۔ یہ سلطنت مراتب اولی اور افضل ہے اگرچہ اس کا اور اسکا قانون ملتا جلتا ہے۔ لیکن انصاف یہی ہے کہ اس سلطنت کے قوانین کسی سے دبے ہوئے نہین ہین اور مقابلہ سے دیکھا جاوے تو معلوم ہوگا کہ رومی سلطنت مین وحشیانہ حصہ ضرور پایا جاوے گا یہ لیکن بزدلی تہی کہ یہودیون کے خوف سے خدا کے پاک اور برگزیدہ بندہ مسیح کو حوالات مین دیا گیا اور اس قسم کا مقدمہ مجھ پر بھی ہوا تہا۔ مسیح علیہ السلام کے بزمانہ تہا تو یہودیون نے مقدمہ کیا تہا۔ مگر اس سلطنت مین میرے خلاف جن

مقدمہ کیا گیا تھا ایک معزز پادری تھا اور ڈاکٹر بھی تھا یعنی ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک تھا۔ جس نے مجھ پر اقدام قتل کا مقدمہ بنایا اور اُس نے شہادت پوری بہم پہنچائی یہاں تک کہ مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی بھی جو اس سلسلہ کا سخت دشمن ہے شہادت دینے کے واسطے عدالت میں آیا اور جہاں تک اس سے ہو سکا اس نے میرے خلاف شہادت دی اور پورے طور پر مقدمہ میرے خلاف ثابت کرنے کی کوشش کی یہ مقدمہ کپتان ڈگلس ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے اجلاس میں تھا جو شاید اب شملہ میں ہیں۔ ان کے روبرو پورے طور پر مقدمہ مرتب ہو گیا اور تمام شہادتیں میرے خلاف بڑے زور و شور سے دی گئیں ایسی حالت اور صورت میں کوئی قانون دان اہل الرائے بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں بری ہو سکتا ہوں۔ تقاضائے وقت اور صورتیں ایسی واقع ہو چکی تھیں کہ مجھے سشن سپرد کیا جاتا اور وہاں سے پھانسی کا حکم ملتا یا عبور دریائے شور کی سزا دی جاتی مگر خدا تعالیٰ نے جیسے مقدمہ سے پہلے مجھے اطلاع دی تھی اسی طرح یہ بھی قبل از وقت ظاہر کر دیا تھا کہ میں اس میں بری ہوں گا۔ چنانچہ یہ پیشگوئی میری جماعت کے ایک گروہ کثیر کو معلوم تھی۔ غرض جب مقدمہ اس مرحلہ پر پہنچا اور دشمنوں اور مخالفوں کا یہ خیال ہو گیا کہ اب مجھے مجسٹریٹ سشن سپرد کرے گا اس موقعہ پر اس نے کپتان پولیس سے کہا کہ میرے دل میں یہ بات آتی ہے کہ یہ مقدمہ بناوٹی ہے۔ میرا دل اس کو نہیں مانتا کہ فی الواقعہ ایسی کوشش کی گئی ہو اور انہوں نے ڈاکٹر کلارک کے قتل کے لئے آدمی بھیجا ہو آپ اس کی پھر تفتیش کریں یہ وہ وقت تھا کہ میرے مخالف میرے خلاف ہر قسم کے منصوبوں میں ہی لگے ہوئے تھے بلکہ وہ لوگ جن کو قبولیت دعا کے دعوی تھے وہ دعاؤں میں لگے ہوئے تھے اور رو رو کر دعائیں کرتے تھے کہ میں سزایاب ہو جاؤں مگر خدا تعالیٰ کا مقابلہ کون کر سکتا ہے میں نے سنا ہے کہ کپتان ڈگلس صاحب کے پاس بعض سفارشیں بھی آئیں مگر وہ ایک انصاف پسند مجسٹریٹ تھا اس نے کہا کہ ہم سے ایسی بد ذاتی نہیں ہو سکتی غرض جب مقدمہ دوبارہ تفتیش کے لئے کپتان لیمار چنڈ کے سپرد کیا گیا تو کپتان صاحب نے عبد الحمید کو بلایا اور اس کو کہا کہ تو سچ سچ بیان کر۔ عبد الحمید نے اس پر بھی وہی قصہ جو اس نے صاحب ڈپٹی کمشنر کے روبرو بیان کیا تھا دوہرایا

اس کو پہلے سے سکھایا گیا تھا کہ اگر [illegible] بیانی ہوگی تو تو پکڑا جاوے گا اسلئے وہ وہی کہتا رہا۔ کپتان صاحب نے اسکو کہا کہ تو تو پہلے بھی بیان کر چکا ہے۔ صاحب اس سے تسلی نہیں پاتے کیونکہ تو تو سچ سچ بیان نہیں کرتا۔ جب دوبارہ کپتان لیمار چنڈ نے اس کو کہا تو وہ روتا ہوا اُن کے پاؤں پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ مجھے بچا لو۔ کپتان صاحب نے اس کو تسلی دی اور کہا کہ ہاں بیان کرو۔ اس پر اس نے اصلیت کھول دی اور صاف اقرار کیا کہ مجھے دھمکا کر یہ بیان کرایا گیا تھا۔ مجھے ہرگز ہرگز مرزا صاحب نے قتل کے لئے نہیں بھیجا۔ کپتان اس بیان کو سنکر بہت خوش ہوا اور اس نے ڈپٹی کمشنر کو تار دیا کہ ہم نے مقدمہ نکال لیا ہے چنانچہ پھر گورداسپور کے مقام پر یہ مقدمہ پیش ہوا اور وہاں کپتان لیمار چنڈ کو حلف دیا گیا اور اس نے اپنا حلفی بیان لکھوایا۔ میں دیکھتا تھا کہ ڈپٹی کمشنر اصلیت کے کھل جانے سے بڑا خوش تھا اور ان عیسائیوں پر اُسے سخت غصہ تھا جنہوں نے میرے خلاف جھوٹی گواہیاں دی تھیں۔ اس نے مجھے کہا کہ آپ ان عیسائیوں پر مقدمہ کر سکتے ہیں مگر چونکہ میں مقدمہ بازی سے متنفر ہوں میں نے یہی کہا کہ میں مقدمہ نہیں کرنا چاہتا میرا مقدمہ آسمان پر دائر ہے۔ اسی وقت ڈگلس صاحب نے فیصلہ لکھا۔ ایک مجمع کثیر اُس دن جمع ہو گیا ہوا تھا اس نے فیصلہ سنانے وقت مجھے کہا کہ آپ کو مبارک ہو کہ آپ بری ہوئے اب بتاؤ کہ یہ کیسی خوبی اس سلطنت کی ہے کہ عدل اور انصاف کے لئے نہ اپنے مذہب کے ایک سرگروہ کی پروا کی اور نہ کسی اور بات کی۔

میں دیکھتا تھا کہ اس وقت میرے دشمن تو ایک دنیا تھی اور ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب دنیا دکھ دینے پر آتی ہے تو در و دیوار دشمنی کرتے ہیں خدا ہی ہوتا ہے جو اپنے صادق بندوں کو بچا لیتا ہے پھر مسٹر ڈوئی کے سامنے ایک مقدمہ ہوا۔ پھر ٹیکس کا مقدمہ مجھ پر بنایا گیا مگر ان تمام مقدمات میں خدا نے مجھے بری ٹھہرایا۔ پھر آخر کرم دین کا مقدمہ ہوا اس مقدمہ میں میری مخالفت میں سارا زور لگا گیا۔ اور یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ بس اب اس سلسلہ کا خاتمہ ہے لیکن درحقیقت یہ سلسلہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے تھا اور وہی اس کی تائید اور نصرت کیلئے کھڑا ہوتا تھا اس کے مٹنے میں کوئی شک شبہ ہی نہ رہا تھا اور ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کرم دین کی حمایت کی گئی اور ہر طرح سے اس کو مدد دی گئی یہاں تک کہ اس مقدمہ میں بعض نے مولوی کہلا کر میرے خلاف گواہیاں دیں جو سراسر خلاف تھیں۔ وہ یہاں تک بیان کرتا کہ زانی ہو فاسق ہو فاجر ہو پھر وہ متقی ہوتا ہے یہ مقدمہ ایک لمبے عرصہ تک ہوتا رہا۔ اس اثنا میں بہت سے نشانات ظاہر ہوئے آخر مجسٹریٹ نے جو ہندو تھا۔ مجھ پر پانسو (۵۰۰) روپیہ جرمانہ کر دیا مگر خدا تعالیٰ نے پہلے سے یہ اطلاع دی ہوئی تھی کہ عدالت عالیہ نے اس کو بری کر دیا۔ اس لئے جب وہ اپیل ڈویژنل جج کے سامنے پیش ہوا۔ خدا داد فراست سے انہوں نے فوراً ہی مقدمہ کی حقیقت کو سمجھ لیا اور قرار دیا کہ میں نے کرم دین کے حق میں جو لکھا تھا وہ بالکل درست تھا۔ یعنے مجھے اس کے لکھنے کا حق حاصل تھا۔ چنانچہ اس نے جو فیصلہ لکھا ہے وہ شائع ہو چکا ہے آخر مجھے اس نے بری ٹھہرایا اور جرمانہ واپس کیا اور ابتدائی عدالت کو بھی مناسب تنبیہ دی کہ کیوں اتنی دیر تک یہ مقدمہ رکھا گیا۔

غرض جب کوئی موقعہ میرے مخالفوں کو ملا ہے تو انہوں نے میرے کچل دینے اور ہلاک کر دینے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا اور کوئی کسر نہیں چھوڑی مگر خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مجھے ہر ایک بلا سے بچایا [illegible] اپنے رسولوں کو بچاتا آیا ہے۔ میں ان واقعات کو مد نظر رکھ کر بڑے زور سے کہتا ہوں کہ یہ گورنمنٹ بمراتب اس رومی گورنمنٹ سے بہتر ہے جس کے زمانہ میں مسیح کو دکھ دیا گیا۔ پلاطوس گورنر جس کے روبرو پہلے مقدمہ پیش ہوا۔ وہ درحقیقت مسیح کا مرید تھا اور اس کی بیوی بھی مرید تھی۔ اسی وجہ سے اس نے مسیح کے خون سے ہاتھ دھوئے مگر باوجود اس کے کہ وہ مرید تھا اور گورنر تھا اس نے اس جرات سے کام نہیں لیا جو کپتان ڈگلس نے دکھائی۔ وہاں بھی مسیح بے گناہ تھا اور یہاں بھی میں بے گناہ تھا۔ میں سچ کہتا ہوں۔ اور تجربہ سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے اس قوم کو حق کے لئے ایک جرات دی ہے پس میں اس جگہ تمام مسلمانوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ ان پر فرض ہے کہ وہ سچے دل سے گورنمنٹ کی اطاعت کریں یہ بخوبی یاد رکھو جو شخص اپنے محسن انسان کا شکر گزار نہیں ہوتا وہ خدا تعالیٰ کا بھی شکر نہیں کر سکتا جس قدر آسائش اور آرام اس زمانہ میں حاصل ہے اس کی نظیر نہیں ملسکتی۔ ریل۔ تار۔ ڈاک خانہ۔ پولیس وغیرہ کے انتظام دیکھو کہ کس قدر فوائد ان سے پہنچتے ہیں آج سے ساٹھ ستر برس پہلے بتاؤ کیا ایسا آرام اور آسانی تھی؟ پھر خود ہی انصاف

کرو جب ہم پر ہزاروں احسان ہیں۔ تو ہم کیونکر شکر نہ کریں
اکثر مسلمان مجھ پر حملہ کرتے ہیں کہ تمہارے سلسلہ میں
یہ عیب ہے کہ تم جہاد کو موقوف کرتے ہو۔ مجھے افسوس ہے
کہ وہ نادان اس کی حقیقت سے محض ناواقف ہیں وہ
اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بدنام کرتے ہیں۔
آپ نے کبھی اشاعت مذہب کے لئے تلوار نہیں اٹھائی
جب آپ پر اور آپ کی جماعت پر مخالفوں کے ظلم انتہا تک
پہونچ گئے اور آپ کے مخلص خدام میں سے مردوں اور
عورتوں کو شہید کر دیا گیا اور پھر مدینہ تک آپ کا تعاقب
کیا گیا۔ اس وقت مقابلہ کا حکم ملا۔ آپ نے تلوار نہیں
اٹھائی۔ مگر دشمنوں نے تلوار اٹھائی بعض اوقات آپ کو
ظالم طبع کفار نے سر سے پاؤں تک خون آلود کر دیا تھا
مگر آپ نے مقابلہ نہیں کیا۔ خوب یاد رکھو کہ اگر تلوار اسلام کا
ذریعہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں اٹھاتے
مگر نہیں وہ تلوار جس کا ذکر ہے۔ وہ اس وقت اٹھی جب
موذی کفار نے مدینہ تک تعاقب کیا۔

اس وقت مخالفین کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ مگر اب
تلوار نہیں اور میرے خلاف جھوٹی تحریروں اور فتووں
سے کام لیا جاتا ہے اور اسلام کے خلاف صرف قلم
سے کام لیا جاتا ہے۔ پھر قلم کا جواب تلوار سے دینے
والا احمق اور ظالم ہوگا یا کچھ اور۔

اس بات کو بھی مت بھولو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے کفار کے ہاتھ سے گزرے ہوئے ظلم ستم پر تلوار
اٹھائی۔ اور وہ حفاظت خود اختیاری تھی۔ جو ہر مہذب
گورنمنٹ کے قانون میں بھی جرم نہیں تعزیرات ہند
میں بھی حفاظت خود اختیاری کو جائز رکھا ہے۔ اگر
ایک چور گھر میں گھس آوے اور وہ حملہ کر کے مار ڈالنا
چاہے۔ اس وقت اس چور کو اپنے بچاؤ کے لئے مار
ڈالنا جرم نہیں ہے۔

پس جب حالت یہاں تک پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے جان نثار خدام شہید کر دیئے گئے اور
مسلمان ضعیف عورتوں تک کو نہایت سنگدلی اور بیحیائی
کے ساتھ شہید کیا گیا تو کیا حق نہ تھا کہ ان کو سزا دی جاتی
اس وقت اگر اللہ تعالیٰ کا یہ منشا ہوتا کہ اسلام کا نام ونشان
نہ ہو تو البتہ یہ ہو سکتا تھا کہ تلوار کا نام نہ آتا۔ مگر وہ چاہتا
تھا کہ اسلام دنیا میں پھیلے اور دنیا کی نجات کا ذریعہ ہو
اس لئے اس وقت محض مدافعت کے لئے تلوار اٹھائی
گئی۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اسلام کا اس
وقت تلوار اٹھانا کسی قانون مذہب اور اخلاق کے
رو سے قابل اعتراض نہیں ٹھہرتا۔ وہ لوگ جو ایک گال
پر طمانچہ کھا کر دوسری پھیر دینے کی تعلیم دیتے ہیں وہ بھی
صبر نہیں کر سکتے اور جن کے ہاں کیڑے کا مارنا بھی گناہ
سمجھا جاتا ہے۔ وہ بھی نہیں کر سکتے پھر اسلام پر
اعتراض کیوں کیا جاتا ہے میں یہی کھول کر کہتا
ہوں کہ جو جاہل مسلمان کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے
ذریعہ سے پھیلا ہے۔ وہ نبی معصوم علیہ الصلوٰۃ
والسلام پر افترا کرتے ہیں اور اسلام کی ہتک کرتے
ہیں خوب یاد رکھو کہ اسلام ہمیشہ اپنی پاک تعلیم اور
ہدایت اور اس کے ثمرات انوار و برکات اور
معجزات سے پھیلا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے عظیم الشان نشانات آپ کے اخلاق کی
پاک تاثیرات نے اسے پھیلایا ہے اور وہ
نشانات اور تاثیرات ختم نہیں ہو گئی ہیں بلکہ ہر زمانہ
میں تازہ بتازہ موجود رہتی ہیں اور یہی وجہ ہے جو
میں کہتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ
نبی ہیں۔ اس لئے آپ کی تعلیمات اور ہدایات
ہمیشہ اپنے ثمرات دیتی رہتی ہیں اور آئندہ جب
اسلام ترقی کریگا تو اس کی یہی راہ ہوگی نہ کوئی
اور۔ پس جب اسلام کی اشاعت کے لئے کبھی تلوار
نہیں اٹھائی گئی تو اس وقت ایسا خیال بھی کرنا گناہ
ہے۔ کیونکہ اب تو سب کے سب امن سے
بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور اپنے مذہب کی اشاعت
کے لئے کافی ذریعے اور سامان موجود ہیں مجھ کو
بڑے ہی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ عیسائیوں
اور دوسرے معترضین نے اسلام پر حملہ
کرتے وقت ہرگز اصلیت پر غور نہیں کیا
وہ دیکھتے کہ اس وقت تمام مخالف اسلام اور
مسلمانوں کے استیصال کے درپے تھے اور سب
کے سب مل کر اس کے خلاف منصوبے کرتے
اور مسلمانوں کو دکھ دیتے تھے۔ ان دکھوں اور
تکلیفوں کے مقابلہ میں اگر وہ اپنی جان نہ بچاتے تو
کیا کرتے قرآن شریف میں یہ آیت موجود ہے

اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا

اس سے معلوم ہوتا ہے یہ حکم اس وقت دیا گیا
جبکہ مسلمانوں پر ظلم کی حد ہو گئی تو انہیں مقابلہ کا حکم
دیا۔ اس وقت کی یہ اجازت تھی دوسرے وقت
کے لئے یہ حکم نہ تھا۔ چنانچہ مسیح موعود کے لئے
یہ نشان قرار دیا گیا۔

یضع الحرب

اب یہ تو اس کی سچائی کا نشان ہے کہ وہ لڑائی نہ کریگا
اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ اس زمانہ میں مخالفوں
نے بھی مذہبی لڑائیاں چھوڑ دیں۔ ہاں اس مقابلہ
نے ایک اور صورت اور رنگ اختیار کر لیا ہے اور وہ
یہ ہے کہ قلم سے کام لے کر اسلام پر اعتراض کر رہے
ہیں۔ عیسائی ہیں ان کا ایک ایک پرچہ پچاس پچاس
ہزار نکلتا ہے۔ اور ہر طرح کوشش کرتے ہیں کہ
لوگ اسلام سے بیزار ہو جاویں۔ پس اس کے مقابلے
کے لئے ہمیں قلم سے کام لینا چاہیئے یا تیر چلانے
چاہیں۔ اس وقت تو اگر کوئی ایسا خیال کرے تو اس
سے بڑھ کر احمق اور اسلام کا دشمن کون ہوگا۔ اس
قسم کا نام لینا اسلام کو بدنام کرنا ہے یا کچھ اور۔
جب ہمارے مخالف [illegible] نہیں کرتے
حالانکہ وہ حق پر نہیں اور [illegible] ہوگا
کہ ہم حق پر ہو کر تلوار کا نام لیں۔ [illegible]
کو تلوار دکھا کر کہو کہ مسلمان ہو جا ورنہ قتل کر دونگا
تو دیکھو نتیجہ کیا ہوگا۔ وہ پولیس [illegible] کر کے
تلوار کا مزا چکھا دیگا۔

یہ خیالات سراسر بیہودہ ہیں۔ ان کو دل
سے نکال دینا چاہیئے۔ اب وقت آیا ہے کہ
اسلام کا روشن اور درخشاں چہرہ دکھایا جاوے
یہ وہ زمانہ ہے۔ کہ تمام اعتراضوں کو
دور کر دیا جاوے اور جو اسلام کے نورانی
چہرہ پر داغ لگایا گیا ہے۔ اسے دور کر کے
دکھایا جاوے۔ میں یہ بھی افسوس سے
ظاہر کرتا ہوں کہ مسلمانوں نے یہ جو
موقع خدا تعالیٰ نے دیا ہے [illegible] اور
عیسائی مذہب کے اسلام میں داخل
کرنے کے لئے جو راستہ کھولا گیا
تھا۔ اسے ہی بری نظر سے دیکھا

اور اس کا کفر کیا۔

مین۔ نے اپنی تحریرون کے ذریعہ پورے طور پر اس طریق کو چلایا ہے۔ جو اسلام کو کامیاب اور دوسرے مذاہب پر غالب کرنیوالا ہو۔ میرے رسایل امریکہ اور یورپ مین جاتے ہین۔ خداتعالیٰ نے اس قوم کو فراست دی ہے۔ انہون نے اس خداداد فراست سے اس امر کو سمجھ لیا ہے لیکن جب ایک مسلمان کے سامنے مین اسے پیش کرتا ہون تو اس کے منہ مین جھاگ آجاتی ہے۔ گویا وہ دیوانہ ہے یا قتل کرنا چاہتا ہے حالانکہ قرآن شریف کی تعلیم تو یہی ہے۔ ادفع بالتی ھی احسن یہ تعلیم اس لیے تھی کہ اگر دشمن بھی ہو تو وہ اس نرمی اور حسن سلوک سے دوست بن جاوے اور ان باتون کو آرام اور سکون کے ساتھ سن لے۔ مین اللہ جلشانہ کی قسم کھاکر کہتا ہون کہ مین اس کی طرف سے ہون وہ خوب جانتا ہو کہ مین مفتری نہین کذاب نہین اگر تم مجھے خداتعالیٰ کی قسم پر بھی اور ان نشانات کو بھی جو اس نے میری تائید مین ظاہر کئے دیکھکر مجھے کذاب اور مفتری کہتے ہو تو پھر مین تمہین خداتعالیٰ کی قسم دیتا ہون کہ کسی ایسے مفتری کی نظیر پیش کرو۔ کہ باوجود اس کے کہ ہر روز افترا اور کذب وہ اللہ تعالیٰ پر کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کی تائید اور نصرت کرتا جاوے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اس کو ہلاک کرے مگر یہان اس کے برخلاف معاملہ ہے مین خدا کی قسم کھاکر کہتا ہون کہ مین صادق ہون اس کی طرف سے آیا ہون۔ مگر مجھے کذاب اور مفتری کہا جاتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ ہر مقدمہ اور بلا مین جو قوم میرے خلاف پیدا کرتی ہے۔ مجھے نصرت دیتا ہے اور اس سے مجھے بچاتا ہے اور پھر ایسی نصرت کی کہ لاکھوں انسانون کے دل مین میری محبت ڈالدی۔ مین اس پر اپنی سچائی کو حصر کرتا ہون اگر تم کسی ایسے مفتری کا نشان دیدو کہ وہ کذاب ہو اور اللہ پر اس نے افترا کیا ہو اور پھر خداتعالیٰ نے اس کی ایسی نصرتین کی ہون اور اس قدر عرصہ تک اسے زندہ رکھا ہو اور اس کی مرادون کو پورا کیا ہو دکھاؤ یقیناً سمجھو کہ خدا کے مرسل ان نشانات اور تائیدات سے شناخت کئے جاتے ہین جو خداتعالیٰ ان کے لیے دکھاتا اور ان کی نصرت کرتا ہے مین اپنے قول مین سچا ہون اور خداتعالیٰ جو دلون کو دیکھتا ہے وہ میرے دل کے حالات سے واقف اور خبردار ہے کیا تم اتنا بھی نہین کہ سکتے جو آل فرعون کے ایک آدمی نے کہا تھا۔ ان یک کاذبا فعلیہ کذبہ وان یک صادقاً یصبکم بعض الذی یعدکم۔ کیا تم یقین نہین کرتے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹون کا سب سے زیادہ دشمن ہے تم سب ملکر جو مجھ پر حملہ کرو۔ خدا کا غضب اس سے بہت بڑھکر ہوتا ہے۔ پھر اس کے غضب سے کون بچ سکتا ہو یہ آیت جو مین نے پڑھی ہے اس مین یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وعید کی پیشگوئیان بعض پوری کریگا کل نہین کہا اس مین حکمت کیا ہے حالت یہی ہے کہ وعید کی پیشگوئیان مشروط ہوتی ہین۔ وہ توبہ۔ استغفار اور رجوع الی الحق سے بھی ٹل جایا کرتی ہین پیشگوئی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک وعدہ کی۔ جیسے فرمایا وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم۔ اہل سنت مانتے ہین کہ اس قسم کی پیشگوئیون مین تخلف نہین ہوتا کیونکہ خداتعالیٰ کریم ہے لیکن وعید کی پیشگوئیون مین وہ ڈراکر بخش بھی دیتا ہے۔ اس لیے کہ وہ رحیم ہے۔

بڑا نادان اور اسلام سے دور پڑا ہوا ہے وہ شخص ہے جو کہتا ہے کہ وعید کی سب پیشگوئیان پوری ہوتی ہین وہ قرآن کریم کو چھوڑتا ہے۔ اس لئے کہ قرآن شریف تو کہتا ہے۔ یصبکم بعض الذی یعدکم۔ افسوس ہے بہت سے لوگ مولوی کہلاتے ہین۔ مگر انہین نہ قرآن کی خبر ہے نہ حدیث کی نہ سنت انبیاء کی صرف بغض کی جھاگ ہوتی ہے۔ اس لئے وہ دھوکہ دیتے ہین یاد رکھو۔ الکریم اذا وعد وفی۔ رحیم کا تقاضا یہی ہو کہ قابل سزا ٹھہراکر معاف کردیتا ہے اور یہ تو انسان کی بھی فطرت مین ہو کہ وہ معاف کردیتا ہے ایک مرتبہ میرے سامنے ایک شخص نے بناوٹی شہادت دی اس پر جرم ثابت تھا وہ مقدمہ ایک انگریز کے پاس تھا اُسے اتفاقاً چٹھی آگئی کہ کسی دور دراز جگہ پر اس کی تبدیلی ہوگئی ہو وہ غمگین ہوا جو مجرم تھا وہ بڈھا آدمی تھا۔ منشی سے کہا کہ یہ تو قید خانہ ہی مین مرجاویگا اس نے بھی کہا کہ حضور بال بچہ دار ہے۔ اس پر وہ انگریز بولا کہ اب مثل مرتب ہوچکی ہے اب کیا ہوسکتا ہے پھر کہا کہ اچھا اس مثل کو چاک کردو۔ اب غور کرو کہ انگریز کو تو رحم آسکتا ہے۔ خدا کو نہین آتا؟

پھر اس بات پر بھی غور کرو۔ کہ صدقہ اور خیرات کیون جاری ہے اور ہر قوم مین اس کا رواج ہے فطرتاً انسان مصیبت اور بلا کے وقت صدقہ دینا چاہتا ہے اور خیرات کرتا ہے اور کہتے ہین کہ بکرے دو۔ کپڑے دو یہ دو۔ وہ دو۔ اگر اس کے ذریعہ سے رد بلا نہین ہوتا تو پھر اضطراراً انسان کیون ایسا کرتا ہے جو نزول بلا ہوتا ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیون کے اتفاق سے یہ بات ثابت ہے اور مین یقیناً جانتا ہون کہ یہ صرف مسلمانون ہی کا مذہب نہین بلکہ یہودیون۔ عیسائیون اور ہندؤن کا بھی یہ مذہب ہے۔ اور میری سمجھ مین روئے زمین پر کوئی اس امر کا منکر ہی نہین جبکہ یہ بات ہے تو صاف کھل گیا کہ وہ ارادہ الٰہی ٹل جاتا ہے۔

پیشگوئی اور ارادہ الٰہی مین صرف یہ فرق ہوتا ہے کہ پیشگوئی کی اطلاع نبی کو دیجاتی ہے اور ارادہ الٰہی پر کسی کو اطلاع نہین ہوتی اور وہ مخفی رہتا ہے۔ اگر وہی ارادہ الٰہی نبی کی معرفت ظاہر کردیا جاتا تو وہ پیشگوئی ہوتی اگر پیشگوئی نہین ٹل سکتی۔ تو پھر ارادہ الٰہی بھی صدقہ خیرات سے نہین ٹل سکتا۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے چونکہ وعید کی پیشگوئیان ٹل جاتی ہین اس لیے فرمایا۔ ان یک صادقاً یصبکم بعض الذی یعدکم۔ اب اللہ تعالیٰ خود گواہی دیتا ہے۔ کہ بعض پیشگوئیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ٹل گئین اگر میری کسی پیشگوئی پر ایسا اعتراض کیا جاتا ہو تو مجھے اس کا جواب دو۔ اگر اس امر مین میری تکذیب کروگے تو میری ہی نہین بلکہ اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرنے والے ٹھہروگے مین بڑے وثوق سے کہتا ہون کہ یہ کل اہل سنت جماعت اور کل دنیا کا مسلم مسئلہ ہے کہ تضرع سے عذاب کا وعدہ ٹل جایا کرتا ہے۔ کیا حضرت یونس علیہ السلام کی نظیر بھی تمہین بھول گئی ہے؟ حضرت یونس کی قوم سے جو عذاب ٹل گیا تھا۔ اس کی وجہ کیا تھی؟ درمنثور وغیرہ کو دیکھو اور بائبل مین یونہ نبی کی کتاب موجود ہے اس عذاب کا قطعی وعدہ تھا مگر حضرت یونس کی قوم نے عذاب کے آثار دیکھکر توبہ کی اور اس کی طرف رجوع کیا۔ خداتعالیٰ نے اس کو بخشدیا اور عذاب ٹل گیا اور حضرت یونس یوم مقررہ پر عذاب کے منتظر تھے۔ لوگون سے خبرین پوچھتے تھے۔ ایک زمیندار سے پوچھا کہ نینوہ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ اچھا حال ہے۔ تو حضرت یونس پر بہت غم طاری ہوا۔ اور انہون نے کہا لن ارجع الی قومی کذاباً۔ یعنے مین اپنی قوم کی طرف کذاب کہلاکر نہین جاؤن گا۔ اب اس نظیر کے ہوتے ہوئے اور قرآن شریف کی زبردست شہادت کی موجودگی مین میری کسی ایسی پیشگوئی پر جو پہلے ہی سے شرطی تھی اعتراض کرنا تقوے کے خلاف ہے۔ متقی کی یہ شان نہین کہ بغیر سوچے سمجھے کچھ

یہاں تک بھی کہ ان کی بیویاں نکال لو حالانکہ اسلام میں اس قسم کی ناپاک تعلیمیں نہ تھیں علاوہ ازیں ایک صاف اور مصفا مذہب تھا ۔ اسلام کی مثال ہم یوں دے سکتے ہیں جیسے باپ اپنے حقوق اتوت کو چاہتا ہے اسی طرح وہ چاہتا ہے کہ اولاد میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی ہو ۔ وہ نہیں چاہتا کہ ایکدوسرے کو مارے ۔ اسلام بھی جہاں یہ چاہتا ہے کہ خدا کا کوئی شریک نہ ہو ۔ وہاں اس کا یہ منشا رہے کہ نوع انسان میں مودّت اور وحدت ہو ۔

نماز میں جو جماعت کا زیادہ ثواب رکھا ہے اس میں یہی غرض ہے کہ وحدت پیدا ہوتی ہے اور پھر اس وحدت کو عملی رنگ میں لانے کی یہاں تک ہدایت اور تاکید ہے کہ باہم پاؤں بھی مساوی ہوں اور صف سیدھی ہو اور ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں اس سے مطلب یہ ہے کہ گویا ایک ہی انسان کا حکم رکھیں اور ایک کے انوار دوسرے میں سرایت کر سکیں وہ تمیز جس سے خودی اور خودغرضی پیدا ہوتی ہے نہ رہے یہ خوب یاد رکھو کہ انسان میں یہ قوت ہے کہ وہ دوسرے کے انوار کو جذب کرتا ہے اور پھر اسی وحدت کے لئے حکم ہے کہ روزانہ نمازیں محلہ کی مسجد میں اور ہفتہ کے بعد شہر کی مسجد میں اور پھر سال کے بعد عیدگاہ میں جمع ہوں اور کل زمین کے مسلمان سال میں ایک مرتبہ بیت اللہ میں اکٹھے ہوں ان تمام احکام کی وہی غرض وحدت ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے حقوق کے دو ہی حصے رکھے ہیں ایک حقوق اللہ دوسرے حقوق العباد ۔ اس پر بہت جگہ قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے ایک مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ فاذکروا اللہ کذکرکم اباءکم او اشد ذکرا ۔ یعنے اللہ تعالیٰ کو یاد کرو جس طرح تم اپنے باپ دادا کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ۔ اس جگہ دو رمز ہیں ایک تو ذکر اللہ کو ذکر آبا سے دی ہے اس میں یہ سر ہے کہ آبا کی فطرتی محبت ہوتی ہے ۔ دیکھو بچہ کو وہ اس وقت بھی ماں ماں ہی [illegible] میں اللہ تعالیٰ انسان کو [illegible] تعالیٰ سے فطرتی محبت کا [illegible] کے بعد ادنا عجب امر

اللہ کی خود بخود پیدا ہوتی ہے ۔ یہی وہ اصل مقصد معرفت کا ہے جہاں انسان کو پہنچنا چاہیئے ۔ یعنے اس میں اللہ تعالیٰ کے لئے فطری اور ذاتی محبت پیدا ہو جاوے اور ایک مقام پر یوں فرمایا ہے ۔

ان اللّٰہ یامر بالعدل والاحسان وایتاءِ ذی القربیٰ

اس آیت میں ان تین مدارج کا ذکر کیا ہے جو انسان کو حاصل کرنے چاہئیں ۔ پہلا مرتبہ عدل کا ہے اور عدل یہ ہے کہ انسان کسی سے کوئی نیکی کرے بشرط معاوضہ ۔ اور یہ ظاہر بات ہے ۔ کہ ایسی نیکی کوئی اعلیٰ درجہ کی بات نہیں بلکہ سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ عدل کرو اور اگر اس پر ترقی کرو تو پھر وہ احسان کا درجہ ہے یعنی بلا عوض سلوک کرو ۔ لیکن یہ امر کہ جو بدی کرتا ہے اس سے نیکی کیجاوے ۔ کوئی ایک گال پر طمانچہ مارے دوسری پھیر دی جاوے یہ صحیح نہیں یا یہ کہو کہ عام طور پر یہ تعلیم عملدرآمد میں نہیں آسکتی ۔ چنانچہ سعدی کہتا ہے

نکوئی با بداں کردن چناں است
کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

اس لئے اسلام میں انتقامی حدود میں جو اعلیٰ درجہ کی تعلیم دی ہے کوئی دوسرا مذہب اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور وہ یہ ہے ۔

جزاء سیئة سیئة مثلها ومن عفی واصلح الآیة

یعنے بدی کی سزا اسیقدر بدی ہے اور جو کوئی معاف کر دے مگر ایسے محل اور مقام پر کہ وہ عفو اصلاح کا موجب ہو ۔ اسلام نے عفو خطا کی تعلیم دی لیکن یہ نہیں کہ اس سے شر بڑھے ۔

غرض ۔ عدل کے بعد دوسرا درجہ احسان کا ہے یعنے بغیر کسی معاوضہ کے سلوک کیا جاوے ۔ لیکن اس سلوک میں بھی ایک قسم کی خودغرضی ہوتی ہے کسی نہ کسی وقت انسان اس احسان یا نیکی کو جتا دیتا ہے اس لیے اس سے بڑھ کر ایک تعلیم دی اور وہ

ایتاء ذی القربیٰ

کا درجہ ہے ۔ ماں جو اپنے بچہ کے ساتھ سلوک کرتی ہے وہ اس سے کسی معاوضہ اور انعام و اکرام کی خواہشمند نہیں ہوتی وہ اس کے ساتھ جو نیکی کرتی ہے ۔ محض طبعی محبت سے کرتی ہے اگر بادشاہ اس کو حکم دے کہ تو اس کو دودھ مت دو ۔ اگر یہ تیری غفلت سے مر جاوے تو تجھے کوئی سزا نہیں دی جاوے گی بلکہ انعام

دیا جاویگا ۔ اس صورت میں وہ بادشاہ کا حکم ماننے کو طیار نہ ہوگی ۔ بلکہ اس کو گالیاں دیگی ۔ کہ یہ میری اولاد کا دشمن ہے ۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ ذاتی محبت [illegible] کرتی ہے اس کی کوئی غرض درمیان نہیں ۔ اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے جو اسلام پیش کرتا ہے ۔ اور یہ آیت حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں پر حاوی ہے ۔ حقوق اللہ کے پہلو سے لحاظ سے اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ انصاف کی رعایت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرو ۔ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تمہاری پرورش کرتا ہے اور جو اطاعت الٰہی میں اس مقام سے ترقی کرے ۔ تو احسان کی پابندی سے اطاعت کر کیونکہ وہ محسن ہے اور اس کے احسانات کو کوئی شمار نہیں کرسکتا اور چونکہ محسن کے شمایل اور خصایل کو مدنظر رکھنے سے اس کے احسان تازہ رہتے ہیں ۔ اس لئے احسان کا مفہوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا ہے کہ ایسے طور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گویا دیکھ رہا ہے یا کم از کم یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اس مقام تک انسان میں ایک حجاب رہتا ہے لیکن اس کے بعد جو تیسرا درجہ ہے ایتاء ذی القربیٰ کا یعنے اللہ تعالیٰ سے اسے ذاتی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور حقوق العباد کے پہلو سے میں اس کے معنے بیان کر چکا ہوں اور یہ بھی میں نے بیان کیا ہے کہ یہ تعلیم جو قرآن شریف نے دی ہے کسی اور کتاب نے نہیں دی اور ایسی کامل ہے کہ کوئی نظیر اس کی پیش نہیں کرسکتا یعنے

جزاء سیئة سیئة مثلها الآیة

اس میں عفو کے لئے یہ شرط رکھی ہے کہ اس میں اصلاح ہو ۔ یہودیوں کے مذہب نے تو یہ کہا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت الا فترہ ۔ ان میں انتقامی قوت اس قدر بڑھ گئی تھی اور یہاں تک یہ عادت ان میں پختہ ہو گئی تھی کہ اگر باپ نے بدلہ نہیں لیا تو بیٹے اور اس کے پوتے تک کے فرائض میں یہ امر ہوتا تھا کہ وہ بدلہ لے اس وجہ سے اُن میں کینہ توزی کی عادت بڑھ گئی تھی اور وہ بہت سنگدل اور بیدرد ہوگئے تھے ۔ عیسائیوں نے اس تعلیم کے مقابل یہ تعلیم دی کہ ایک گال پر کوئی طمانچہ مارے تو دوسری بھی پھیر دو ایک کوس بیگار لیجاوے ۔ تو دو کوس چلے جاؤ وغیرہ ۔ اس تعلیم میں جو نقص ہے وہ ظاہر ہے کہ اس پر عملدرآمد ہی نہیں ہو سکتا ۔ اور عیسائی گورنمنٹوں نے عملی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ یہ تعلیم کا نقص ہے کیا یہ کسی کی جرأت ہو سکتی ہے کہ کوئی خبیث طمانچہ مار کر دانت نکال دے تو پھر دوسری گال پھیر دو

یہاں تک بہی کہ ان کی بیویاں نکال لو حالانکہ اسلام میں اس قسم کی ناپاک تعلیمیں نہ تھیں علاوہ تو ایک صاف اور مصفا مذہب تہا۔ اسلام کی مثال ہم یوں دے سکتے ہیں جیسے باپ اپنے حقوق ابوت کو چاہتا ہے اسی طرح وہ چاہتا ہے کہ اولاد میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی ہو۔ وہ نہیں چاہتا کہ ایک دوسرے کو مارے۔ اسلام بھی جہاں یہ چاہتا ہے کہ خدا کا کوئی شریک نہ ہو۔ وہاں اس کا یہ منشا ہے کہ نوع انسان میں مودت اور وحدت ہو۔

نماز میں جو جماعت کا زیادہ ثواب رکہا ہے اس میں بھی غرض ہے کہ وحدت پیدا ہوتی ہے اور پہر اس وحدت کو عملی رنگ میں لانے کی یہاں تک ہدایت اور تاکید ہے کہ باہم پاؤں بھی مساوی ہوں اور صف سیدھی ہو اور ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں اس سے مطلب یہ ہے کہ گویا ایک ہی انسان کا حکم رکھیں اور ایک کے انوار دوسرے میں سرایت کر سکیں وہ تمیز جس سے خودی اور خودغرضی پیدا ہوتی ہے نہ رہے یہ خوب یاد رکہو کہ انسان میں یہ قوت ہے کہ وہ دوسرے کے انوار کو جذب کرتا ہے اور پہر اسی وحدت کے لئے حکم ہے کہ روزانہ نمازیں محلہ کی مسجد میں اور ہفتہ کے بعد شہر کی مسجد میں اور پہر سال کے بعد عیدگاہ میں جمع ہوں اور کل زمین کے مسلمان سال میں ایک مرتبہ بیت اللہ میں اکٹھے ہوں ان تمام احکام کی وہی غرض وحدت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حقوق کے دو ہی حصے رکھے ہیں ایک حقوق اللہ دوسرے حقوق العباد۔ اس پر بہت جگہ قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے ایک مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فاذکروا اللہ کذکرکم اباءکم او اشد ذکرا۔ یعنے اللہ تعالیٰ کو یاد رکہو جس طرح تم اپنے باپ دادا کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ اس جگہ دو رمز ہیں ایک تو ذکر اللہ کو ذکر آباء سے دی ہے اس میں یہ سر ہے کہ آباء کی طرف محبت ہوتی ہے۔ دیکھو بچہ کو وہ اس وقت بھی ماں ماں ہی کرتا ہے میں اللہ تعالیٰ انسان کو تعالیٰ سے فطری محبت کا ... کے بعد اعلیٰ محبت ہو

اللہ کی خود بخود پیدا ہوتی ہے۔ یہی وہ اصل مقصد معرفت کا ہے جہاں انسان کو پہنچنا چاہیئے۔ یعنے اس میں اللہ تعالیٰ کے لئے فطری اور ذاتی محبت پیدا ہو جاوے اور ایک مقام پر یوں فرمایا ہے۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ

اس آیت میں ان تین مدارج کا ذکر کیا ہے جو انسان کو حاصل کرنے چاہیئں۔ پہلا مرتبہ عدل کا ہے اور عدل یہ ہے کہ انسان کسی سے کوئی نیکی کرے بشرط معاوضہ۔ اور یہ ظاہر بات ہے۔ کہ ایسی نیکی کوئی اعلیٰ درجہ کی بات نہیں بلکہ سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ عدل کرو اور اگر اس پر ترقی کرو تو پہر وہ احسان کا درجہ ہے۔ یعنے بلا عوض سلوک کرو۔ لیکن یہ امر کہ جو بدی کرتا ہے اس سے نیکی کیجاوے۔ کوئی ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسری پہیر دی جاوے یہ صحیح نہیں یا یہ کہو کہ عام طور پر یہ تعلیم عملدرآمد میں نہیں آسکتی۔ چنانچہ سعدی کہتا ہے

نکوئی با بداں کردن چناں است
کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

اس لئے اسلام میں انتقامی حدود میں جو اعلیٰ درجہ کی تعلیم دی ہے کوئی دوسرا مذہب اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور وہ یہ ہے۔

جزاء سیئة سیئة مثلہا ومن عفی واصلح الآیۃ

یعنے بدی کی سزا اسیقدر بدی ہے اور جو کوئی معاف کر دے مگر ایسے محل اور مقام پر کہ وہ عفو اصلاح کا موجب ہو۔ اسلام نے عفو خطا کی تعلیم دی لیکن یہ نہیں کہ اس سے شر بڑھے۔

غرض۔ عدل کے بعد دوسرا درجہ احسان کا ہے یعنے بغیر کسی معاوضہ کے سلوک کیا جاوے۔ لیکن اس سلوک میں بھی ایک قسم کی خودغرضی ہوتی ہے کسی نہ کسی وقت انسان اس احسان یا نیکی کو جتا دیتا ہے اس لئے اس سے بڑھ کر ایک تعلیم دی اور وہ

ایتاء ذی القربیٰ

کا درجہ ہے۔ ماں جو اپنے بچہ کے ساتھ سلوک کرتی ہے وہ اس سے کسی معاوضہ اور انعام واکرام کی خواہشمند نہیں ہوتی وہ اس کے ساتھ جو نیکی کرتی ہے۔ محض طبعی محبت سے کرتی ہے اگر بادشاہ اس کو حکم دے کر تو اس کو دودھ مت دو اور اگر یہ تیری غفلت سے مر جاوے تو تجھے کوئی سزا نہیں دی جاوے گی بلکہ انعام دیا جاویگا۔ اس صورت میں وہ بادشاہ کا حکم ماننے کو طیار نہ ہوگی۔ بلکہ اس کو گالیاں دیگی۔ کہ یہ میری اولاد کا دشمن ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ ذاتی محبت کر رہی ہے اس کی کوئی غرض درمیان نہیں۔ اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے جو اسلام پیش کرتا ہے۔ اور یہ آیت حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں پر حاوی ہے۔ حقوق اللہ کے پہلو سے لحاظ سے اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ انصاف کی رعایت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرو۔ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تمہاری پرورش کرتا ہے اور جو اطاعت الٰہی میں اس مقام سے ترقی کرے۔ تو احسان کی پابندی سے اطاعت کریگا کیونکہ وہ محسن ہے اور اس کے احسانات کو کوئی شمار نہیں کرسکتا اور چونکہ محسن کے شمائل اور خصائل کو مدنظر رکھنے سے اس کے احسان تازہ رہتے ہیں۔ اس لئے احسان کا مفہوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا ہے کہ ایسے طور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گویا دیکھ رہا ہے یا کم از کم یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اس مقام تک انسان میں ایک حجاب رہتا ہے لیکن اس کے بعد جو تیسرا درجہ ہے ایتاء ذی القربیٰ کا یعنے اللہ تعالیٰ سے اسے ذاتی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور حقوق العباد کے پہلو سے میں اس کے معنے بیان کرچکا ہوں اور یہ بھی میں نے بیان کیا ہے کہ یہ تعلیم جو قرآن شریف نے دی ہے کسی اور کتاب نے نہیں دی اور ایسی کامل ہے کہ کوئی نظیر اس کی پیش نہیں کرسکتا یعنے

جزاء سیئة سیئة مثلہا الآیۃ

اس میں عفو کے لئے یہ شرط رکھی ہے کہ اس میں اصلاح ہو۔ یہودیوں کے مذہب نے تو یہ کہا تہا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت الآخرہ۔ ان میں انتقامی قوت اس قدر بڑھ گئی تھی اور یہاں تک یہ عادت ان میں پختہ ہوگئی تھی کہ اگر باپ نے بدلہ نہیں لیا تو بیٹے اور اس کے پوتے تک کے فرائض میں یہ امر ہوتا تہا کہ وہ بدلہ دے اس وجہ سے اُن میں کینہ توزی کی عادت بڑھ گئی تھی اور وہ بہت سنگدل اور بیدرد ہو گئے تھے۔ عیسائیوں نے اس تعلیم کے مقابل تعلیم دی کہ ایک گال پر کوئی طمانچہ مارے تو دوسری بھی پہیر دو ایک کوس بیگار لیجاوے۔ تو دو کوس چلے جاؤ وغیرہ۔ اس تعلیم میں جو نقص ہے وہ ظاہر ہے کہ اس پر عملدرآمد ہی نہیں ہوسکتا۔ اور عیسائی گورنمنٹوں نے عملی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ یہ تعلیم کا نقص ہے کیا یہ کسی کی جرأت ہو سکتی ہے کہ کوئی خبیث طمانچہ مار کر دانت نکالدے تو پہر دوسری گال پہیرو

کہ ہاں اب دوسرا دانت بھی نکال دو۔ وہ خبیث تو اور بھی دلیر ہو جاویگا اور اس سے امن عامہ میں خلل واقعہ ہو جاویگا۔ پھر ہم کیونکر تسلیم کریں کہ یہ تعلیم عمدہ ہے یا خدا تعالےٰ کی مرضی کے موافق ہو سکتی ہے؟ اگر اس پر عمل ہو تو کسی ملک کا بھی انتظام نہ ہو سکے۔ ایک ملک ایک دشمن چھین لے تو دوسرا خود حوالے کرنا پڑے ایک افسر گرفتار ہو جاوے تو دس اور دیدئے جاویں یہ نقص ہیں جو ان تعلیموں میں ہیں اور یہ صحیح نہیں۔

ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ یہ احکام بطور قانون مختص الزمان تھے۔ جب وہ زمانہ گذر گیا۔ دوسرے لوگوں کے حسب حال وہ تعلیم نہ رہی۔ یہودیوں کا وہ زمانہ تھا کہ وہ چار سو برس تک غلامی میں رہے اور اس غلامی کی زندگی کی وجہ سے ان میں قساوت قلبی بڑھ گئی اور وہ کینہ کش ہو گئے اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس بادشاہ کے زمانہ میں کوئی ہوتا ہے۔ اس کے اخلاق بھی اسی قسم کے ہو جاتے ہیں سکھوں کے زمانہ میں اکثر لوگ ڈاکو ہو گئے تھے انگریزوں کے زمانہ میں تعلیم اور تہذیب پھیلتی جاتی ہے اور ہر شخص اس طرف کوشش کر رہا ہے۔ غرض بنی اسرائیل نے فرعون کی ماتحتی کی تھی۔ اسی وجہ سے ان میں ظلم بڑھ گیا تھا۔ اسلئے توریت کے زمانہ میں عدل کی ضرورت مقدم تھی۔ کیونکہ وہ لوگ اس سے بے خبر تھے اور جابرانہ عادت رکھتے تھے اور انہوں نے یقین کر لیا تھا کہ دانت کے بدلے دانت کا توڑنا ضروری ہے اور یہ ہمارا فرض ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس وجہ سے ان کو سکھایا۔ کہ عدل تک ہی بات نہیں رہتی بلکہ احسان بھی ضروری ہے۔ اس سبب سے مسیح کے ذریعہ انہیں یہ تعلیم دیگئی۔ کہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری پھیر دو۔ اور جب اسی پر سارا زور دیا گیا۔ تو آخر اللہ تعالےٰ نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس تعلیم کو اصل نقطہ پر پہونچا دیا۔ اور وہ یہی تعلیم تھی کہ بدی کا بدلہ اسیقدر بدی ہے۔ لیکن جو شخص معاف کر دے اور معاف کرنے سے اصلاح ہوتی ہو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور اجر ہے۔ عفو کی تعلیم دی ہے مگر ساتھ قید لگائی کہ اصلاح ہو۔ بے محل عفو نقصان پہنچاتا ہے۔ پس اس مقام پر غور کرنا ہے۔ جب توقع اصلاح کی ہو تو عفو ہی کرنا چاہئے جیسے ایک بڑا شریف الاصل اور فرمانبردار اور لیکن اتفاقاً اس سے کوئی غلطی ہو جاوے

اس موقع پر اس کو معاف کرنا ہی مناسب ہے اگر سزا دی جاوے تو ٹھیک نہیں۔ لیکن ایک بدمعاش اور شریر ہے۔ ہر روز نقصان کرتا ہے اور شرارتوں سے باز نہیں آتا۔ اگر اُسے چھوڑ دیا جاوے تو وہ اور بھی بیباک ہو جاویگا۔ اس کو سزا دینی چاہیئے۔ غرض اس طرح بر محل اور موقعہ شناسی سے کام لو۔ یہ تعلیم ہے جو اسلام نے دی ہے اور جو کامل تعلیم ہے۔ اس کے بعد اب کوئی نئی تعلیم یا شریعت نہیں آسکتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور قرآن شریف خاتم الکتب اب کوئی اور کلمہ یا کوئی اور نماز نہیں ہو سکتی جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا کر کے دکھایا اور جو کچھ قرآن شریف میں ہے۔ اس کو چھوڑ کر نجات نہیں ملسکتی جو اس کو چھوڑیگا۔ وہ جہنم میں جاویگا۔ یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ اس امت کے لئے مخاطبات اور مکالمات کا دروازہ کھلا ہے اور یہ دروازہ گویا قرآن مجید کی سچائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر ہر وقت تازہ شہادت ہے اور اس کے لئے خدا تعالیٰ نے سورہ فاتحہ ہی میں دعا سکھائی ہے

اهدنا الصراط المستقیم ۔ صراط الذین انعمت علیهم ۔ انعمت علیہم کی راہ کے لئے جو دعا سکھائی۔ تو اس میں انبیاء علیہم السلام کے کمالات کے حصول کا اشارہ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ انبیا علیہم السلام کو جو کمال دیا گیا ہے وہ معرفت الٰہی کا کمال تھا اور یہ نعمت ان کو مکالمات اور مخاطبات سے ملی تھی اس کے تم بھی خواہاں رہو پس اس نعمت کے لئے یہ خیال کرو کہ قرآن شریف اس دعا کی تو ہدایت کرتا ہے مگر اس کا ثمرہ کچھ بھی نہیں یا اس امت کے کسی فرد کو بھی یہ شرف نہیں ملسکتا کہ قیامت تک یہ دروازہ بند ہو گیا ہے بتاؤ اس سے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ثابت ہو گی یا کوئی خوبی ثابت ہوگی۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے۔ وہ اسلام کو بدنام کرتا ہے اور اس نے مغز شریعت کو سمجھا ہی نہیں۔ اسلام کے مقاصد میں سے تو یہ امر تھا کہ انسان صرف زبان ہی سے وحدہ لا شریک نہ کہے بلکہ درحقیقت سمجھ لے اور بہشت دوزخ پر خیالی ایمان نہ ہو بلکہ فی الحقیقت اسی زندگی میں وہ بہشتی کیفیات پر اطلاع پالے اور ان گناہوں سے جن میں وحشی انسان مبتلا ہیں۔ نجات پالے۔ یہ عظیم الشان

مقصد اسلام کا تھا اور ہے اور یہ ایسا پاک مطہر مقصد ہے کہ کوئی دوسری قوم اس کی نظیر اپنے مذہب میں پیش نہیں کر سکتی اور نہ اس کا نمونہ دکھا سکتی ہو۔ کہنے کو تو ہر ایک کہہ سکتا ہے مگر وہ کون ہو جو دکھا سکتا ہو؟

میں نے آریوں سے عیسائیوں سے پوچھا ہے کہ وہ خدا جو تم مانتے ہو اس کا کوئی ثبوت پیش کرو۔ نری لاف و گزاف سے بڑھکر وہ کچھ بھی نہیں دکھا سکتے وہ سچا خدا جو قرآن شریف نے پیش کیا ہے۔ اس سے یہ لوگ ناواقف ہیں۔ اور اس پر اطلاع پانے کے لئے یہی ایک ذریعہ مکالمات کا تھا جس کے سبب سے اسلام دوسرے مذاہب سے ممتاز تھا۔ مگر افسوس ہے مسلمانوں نے میری مخالفت کی وجہ سے اس سے بھی انکار کر دیا۔ یقیناً یاد رکھو۔ کہ گناہوں سے تبھی نجات مل سکتی ہے۔ جب انسان پورے طور پر اللہ تعالیٰ پر ایمان لاوے اور یہی بڑا مقصد انسانی زندگی کا ہے کہ گناہ کے پنجہ سے نجات پالے۔ دیکھو ایک سانپ جو خوشنما معلوم ہوتا ہے بچہ تو اس کو ہاتھ میں پکڑنے کی خواہش کر سکتا ہو اور ہاتھ بھی ڈال سکتا ہو۔ لیکن ایک عقلمند جو جانتا ہو کہ سانپ کاٹ کھائیگا اور ہلاک کر دیگا۔ وہ کبھی جرأت کر سکتا ہو کہ اس کیطرف لپکے بلکہ اگر معلوم ہو جاوے کہ کسی مکان میں سانپ ہو تو اس میں بھی داخل نہیں ہوگا۔ ایسا ہی زہر کو جو ہلاک کرنیوالی چیز سمجھتا ہو تو اس کے کھانے پر وہ دلیر نہیں ہوگا پس اسی طرح پر جب تک گناہ کو خطرناک زہر یقین نہ کرے۔ اس سے بچ نہیں سکتا یہ یقین معرفت کے بدون پیدا نہیں ہو سکتا۔ پھر وہ کیا بات ہو کہ انسان گناہوں پر اس قدر دلیر ہو جاتا ہے باوجودیکہ وہ خدا تعالےٰ پر ایمان لاتا ہے اور گناہ کو گناہ بھی سمجھتا ہے۔ اس کی وجہ بجز اس کے اور کوئی نہیں کہ وہ معرفت اور بصیرت نہیں رکھتا جو گناہ سوز فطرت پیدا کرتی ہے اگر یہ بات پیدا نہیں ہوتی۔ تو پھر اقرار کرنا پڑیگا کہ معاذ اللہ اسلام اپنے اصلی مقصد سے خالی ہو۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ ایسا نہیں یہ مقصد اسلام ہی کامل طور پر پورا کرتا ہے اور اس کا ایک ہی ذریعہ ہے مکالمات و مخاطبات الٰہیہ کیونکہ اسی سے اللہ تعالےٰ کی ہستی پر کامل یقین پیدا ہوتا ہے اور اسی سے معلوم ہوتا ہو کہ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ گناہ سے بیزار ہو اور وہ سزا دیتا ہو گناہ ایک زہر ہے جو اول صغیرہ سے شروع ہوتا ہے پھر کبیرہ ہو جاتا ہے اور انجام کار کفر تک پہنچ

میں بطور معترضہ کے طور پر کہتا ہوں کہ اپنی اپنی جگہ ہر قوم کو یہ فکر لگا ہوا ہے کہ ہم گناہ سے پاک ہو جاویں مثلاً آریہ صاحبان نے تو یہ بات رکھی ہوئی ہے کہ بجز گناہ کی سزا کے اور کوئی صورت پاک ہونے کی ہے ہی نہیں ایک گناہ کے بدلے کئی لاکھ جونیں ہیں جب تک انسان ان جونوں کو نہ بھگت لے وہ پاک ہی نہیں ہو سکتا مگر اس میں بڑے مشکلات ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ جب کہ تمام مخلوقات گنہگار رہی ہے۔ تو اس سے نجات کب ہوگی؟ اور اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ ان کے ہاں یہ امر مسلمہ ہے کہ نجات یافتہ ہی ایک عرصہ کے بعد   سے نکال دئے جاویں گے تو پھر اس نجات سے فائدہ ہی کیا ہوا۔ جب یہ سوال کیا جاوے۔ کہ نجات پانے کے بعد کیوں نکالتے ہو تو بعض کہتے ہیں کہ نکالنے کے لئے ایک گناہ باقی رکھ لیا جاتا ہے اب غور کر کے بتاؤ کہ کیا یہ قادر خدا کا کام ہو سکتا ہے؟ اور پھر جبکہ ہر نفس اپنے نفس کا خود خالق ہے خدا تعالیٰ اس کا خالق ہی نہیں (معاذ اللہ) تو اسے حاجت ہی کیا ہے کہ وہ اس کا ماتحت رہے۔

تیسرا پہلو عیسائیوں کا ہے۔ انہوں نے گناہ سے پاک ہونے کا ایک پہلو سوچا ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ کو خدا اور خدا کا بیٹا مان لو اور پھر یقین کر لو کہ اس نے ہمارے گناہ اٹھا لئے اور وہ صلیب کے ذریعہ لعنتی ہوا نعوذ باللہ من ذالک۔ اب غور کرو کہ حصول نجات کو اس طریق سے کیا تعلق؟

گناہوں سے بچانے کے لئے ایک اور بڑا گناہ تجویز کیا۔ کہ انسان کو خدا بنایا گیا۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور گناہ ہو سکتا ہے؟ پھر خدا بنا کر اسے معاً ملعون بھی قرار دیا۔ اس سے بڑھ کر گستاخی اور بے ادبی اللہ تعالیٰ کی کیا ہوگی؟

ایک کھاتا پیتا حوائج کا محتاج خدا بنا لیا گیا حالانکہ توریت میں لکھا تھا کہ دوسرا خدا نہ ہو نہ آسمان پر نہ زمین پر۔ پیر وردازوں اور چوکھٹوں پر تعلیم لکھی گئی تھی۔ اس کو چھوڑ کر یہ نیا خدا تراشا گیا جس کا کچھ بھی پتہ توریت میں نہیں ملتا ہے۔ میں نے فاضل یہودی سے پوچھا ہے کہ کیا تمہارے ہاں ایسے خدا کا پتہ ہے۔ جو مریم کے پیٹ سے نکلے اور وہ یہودیوں کے ہاتھوں سے مار کھاتا پھرے۔ اس پر یہودی علماء نے مجھے یہی جواب دیا محض افترا ہے۔ توریت سے کسی ایسے خدا کا پتہ نہیں ملتا۔ ہمارا وہ خدا ہے۔ جو قرآن شریف کا خدا ہے یعنی جس طرح قرآن مجید نے خدا تعالیٰ کی وحدت کی اطلاع دی ہے۔ اسی طرح ہم توریت کے رو سے خدا تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانتے ہیں اور کسی انسان کو خدا نہیں مان سکتے۔ اور یہ تو موٹی بات ہے۔ اگر یہودیوں کے ہاں کسی ایسے خدا کی خبر دی گئی ہوتی جو عورت کے پیٹ سے پیدا ہونیوالا تھا۔ تو وہ حضرت مسیح کی ایسی سخت مخالفت ہی کیوں کرتے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اس کو صلیب پر چڑھوا دیا۔ اور ان پر کفر کہنے کا الزام لگاتے تھے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس امر کو ماننے کے لئے قطعاً طیار نہ تھے۔ غرض عیسائیوں نے گناہ کے دور کرنیکا جو علاج تجویز کیا ہے وہ ایسا علاج ہے جو بجائے خود گناہ کو پیدا کرتا ہے اور اس کے گناہ سے نجات پانے کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

انہوں نے گناہ کے دور کرنیکا علاج گناہ تجویز کیا ہے۔ جو کسی حالت اور صورت میں مناسب نہیں یہ لوگ اپنے نادان دوست ہیں اور ان کی مثال اس بندر کی سی ہے، جس نے اپنے آقا کا خون کر دیا تھا۔ اپنے بچاؤ کے لئے اور گناہوں سے نجات پانے کے لئے ایک ایسا گناہ تجویز کیا۔ جو کسی صورت میں بخشا نہ جاتا ہے یعنی شرک کیا اور عاجز انسان کو خدا بنا لیا۔

مسلمانوں کے لئے کس قدر خوشی کا مقام ہے کہ ان کا خدا ایسا خدا نہیں جس پر کوئی اعتراض یا حملہ ہو سکے وہ اس کی طاقتوں اور قدرتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی صفات پر یقین لاتے ہیں مگر جنہوں نے انسان کو خدا بنایا یا جنہوں نے اس کی قدرتوں سے انکار کر دیا ان کے ہو خدا کا عدم وجود ہے۔ جیسے مثلاً آریوں کا مذہب ہے کہ ذرہ ذرہ اپنے وجود کا آپ ہی خدا ہے اور اس کے لئے کچھ بھی پیدا نہیں کیا ایسا کہ جب ذرات کی وجود کا خالق خدا نہیں۔ تو ان کے قیام کے لئے خدا کی حاجت کیا ہو جیگی۔ طاقتیں خود بخود موجود ہیں اور ان میں اتصال اور انفصال کی قوتیں بھی موجود ہیں۔ پھر انصاف سے بتاؤ کہ ان کے لئے خدا کے وجود کی کیا ضرورت ہے؟

میں سمجھتا ہوں اس عقیدہ کو رکھنے والے آریوں اور دہریوں میں ۱۹ اور ۲۰ کا فرق ہے۔

اب صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو کامل اور زندہ مذہب ہے اور اب وقت آگیا ہے کہ پھر اسلام کی عظمت و شوکت ظاہر ہو اور اسی مقصد کو لیکر میں آیا ہوں۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ جو انوار و برکات اس وقت آسمان سے اتر رہے ہیں وہ ان کی قدر کریں اور اللہ تعالیٰ کا شکر کریں کہ وقت پر ان کی دستگیری ہوئی اور خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق اس مصیبت کے وقت ان کی نصرت فرمائی۔ لیکن اگر وہ خدا تعالیٰ کی اس نعمت کی قدر نہ کریں گے۔ تو خدا تعالیٰ ان کی کچھ پروا نہ کریگا وہ اپنا کام کر کے رہیگا مگر ان پر افسوس ہوگا۔ میں بڑے زور سے اور پورے یقین اور بصیرت سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ دوسرے مذاہب کو مٹا دے اور اسلام کو غلبہ اور قوت دے۔ اب کوئی ہاتھ اور قوت نہیں جو خدا تعالیٰ کے اس ارادہ کا مقابلہ کرے۔ فعال لما یرید ہے۔ مسلمانو! یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ تمہیں یہ خبر دیدی ہے اور میں نے اپنا پیام پہنچا دیا ہے۔ اب اس کو سننا نہ سننا تمہارے اختیار میں ہے۔

یہ سچی بات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ جو موعود آنے والا تھا۔ وہ میں ہی ہوں۔ اور یہ بھی پکی بات ہے کہ اسلام کی زندگی عیسیٰ کے مرنے میں ہے اگر اس مسئلہ پر غور کروگے تو تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ یہی مسئلہ ہے جو عیسائی مذہب کا خاتمہ کر دینے والا ہے یہ عیسائی مذہب کا بہت بڑا شہتیر ہے اور اسی پر اس مذہب کی عمارت قائم کی گئی ہے۔ اسے گر نے دو۔

یہ معاملہ بڑی صفائی سے طے ہو جاتا اگر میرے مخالف خدا ترسی اور تقویٰ سے کام لیتے۔ مگر ایک کا نام لو جو درندگی چھوڑ کر میرے پاس آیا ہو۔ اور اس نے اپنی تسلی چاہی ہو۔ ان کا تو حال یہ ہے کہ میرا نام لیتے ہی ان کے منہ سے جھاگ گرنی شروع ہو جاتی ہے اور وہ گالیاں دینے لگتے ہیں بھلا اس طرح پر بھی کوئی شخص حق کو پا سکتا ہے؟ میں تو قرآن شریف کے نصوص صریحہ کو پیش کرتا ہوں مگر وہ ہیں کہ ان باتوں کو سنتے نہیں اور کافر کافر دجال دجال کہہ کر شور مچاتے ہیں۔

میں صاف طور پر کہتا ہوں کہ قرآن شریف سے تم ثابت کرو کہ مسیح زندہ آسمان پر چلا گیا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت کے خلاف کوئی امر پیش کرو۔ اور یا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ کی وفات پر پہلا اجماع ہوا اس کا خلاف دکھاؤ تو نہیں ملتا۔ پھر بعض لوگ شور مچاتے ہیں کہ اگر آ

دنیا کے بُت کو عظمت دیگئی ہے اس کے امانی اور امیدون کو رکھا گیا ہے۔ متعدات صلح جو کیہہ ہے۔ وہ دنیا کیلئے ہی۔ اس بت کو پاش پاش کیا جاوے اور اللہ تعالی کی عظمت اور جبروت ان کے دلو ںمین قایم ہو اور اعمال کا شجر تازہ بتازہ پھل دے اسوقت درخت کیصورت ہے مگر اصل درخت نہین کیونکہ اصل درخت کے لئے تو فرمایا۔ الم ترکیف ضرب اللہ مثلاً کلمة طیبة کشجرة طیبة اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء توتی اکلہا کل حین باذن ربہا یعنے کیا تو نے نہین دیکھا کہ کیونکر بیان کی اللہ نے مثال یعنی مثال دین کامل کی کہ وہ بات ... درخت پاکیزہ کی مانند ہے جس کی جڑ ثابت ہو اور جسکی شاخین آسمان مین ہون اور ہر وقت اپنا پھل اپنے پروردگار کے حکم سے دیتا ہے۔ اصلہا ثابت سے مراد یہ ہے کہ اصول ایمانیہ اس کے ثابت اور متحقق ہون اور یقین کامل کے درجہ پر پہنچے ہوئے ہون اور وہ ہر وقت اپنا پھل دیتا ہو۔ کیسوقت خشک درخت کی طرح نہ ہو۔ مگر بتاؤ اب یہ کیا حالت ہے بہت سے لوگ کہہ تو دیتے ہین کہ ضرورت ہی کیا ہے اُن کی کیسی نادانی ہے جو یہ کہے کہ طبیب کی حاجت ہی کیا ہے وہ اگر طبیب سے مستغنی ہے اور اس کی ضرورت نہین سمجھتا تو اس کا نتیجہ اس کی ہلاکت کے سوا کیا ہوگا اسوقت مسلمان اسلمنا مین تو بیشک داخل ہین مگر امنا کی ذیل مین نہین اور یہ اسوقت ہوتا ہے جب ایک نور ساتھ ہو غرض یہ وہ باتین ہین جن کے لئے مین بھیجا گیا ہون اس لئے میرے معاملہ مین تکذیب کے لئے جلدی نہ کرو بلکہ خدا سے ڈرو اور توبہ کرو کیونکہ توبہ کرنیوالے کی عقل تیز ہوتی ہے۔

طاعون کا نشان بہت خطرناک نشان ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کے متعلق جو کلام نازل کیا ہے وہ یہ ہے۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم۔ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور اس پر لعنت ہے جو خدا تعالیٰ پر افترا کرے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا ارادہ کسی وقت تبدیلی ہوگی جب دلوں کی تبدیلی ہوگی۔ پس خدا سے ڈرو اور اس کے قہر سے خوف کھاؤ۔ کوئی کسیکا ذمہ دار نہین ہوسکتا معمولی مقدمہ کسی پر ہو تو اکثر لوگ وفا نہین کر سکتے پھر آخرت مین کیا بہروسہ رکھتے ہو جسکی نسبت فرمایا۔ یوم یفر المرء من اخیہ مخالفون کا تو یہ فرض تھا کہ وہ حسن ظنی سے کام لیتے اور لا تقف ما لیس لک بہ علم پر عمل کرتے۔ مگر انہون نے جلدبازی سے کام لیا یاد رکھو پہلی قومین اسی طرح ہلاک ہوئین۔ عقلمند وہ ہے۔ جو مخالفت کرکے بھی

جب اسے معلوم ہو کہ دعا ... نی پر تھیسے چھوڑ دی مگر یہ بات تب نصیب ہوتی ہے جب ... مداتی ہو در اصل مردون کا کام یہی ہے۔ کہ وہ اپنی غلطی ... اعت کرین وہ پہلوان ہے اور اسی کو خدا پسند کرتا ہے ... سباتون کے علاوہ مین اب قیاس کیمتعلق کچھہ کہنا ... اہتا ہون کہ اگرچہ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ میرے ساتھ ہین ... احادیث صحابہ بھی میری تائید کرتا ہے نشانات اور تائیدات ... بھی مؤید ہین۔ ضرورت میرا صادق ہونا ظاہر کرتی ہے ... ن کے ذریعہ سے ہی حجت پیدا ہو سکتی ہے۔ ... یہ دیکھنا چاہیئے کہ قیاس کیا کہتا ہے۔ اگر انسان کبھی کسی ایسی ... ئنے کو طیار نہین ہو سکتا جو اپنی نظیر نہ رکھتی ہو مثلاً ... من آکر کہے کہ تمہارا بچہ کو ہوا اڑا کر آسمان پر لے گ ... ی ہے یا بچہ کتا بن کر بھاگ گیا ہے۔ تو کیا تم اس کی بات ... کو بلا وجہ معقول اور بلا تحقیق مان لوگے کبھی نہین۔ اس ... لئے کہ قرآن مجید نے فرمایا۔

فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔

اب مسیح علیہ السلام کی وفات کے مسئلہ پر اور ان کے آسمان پر اُڑ جانیکے متعلق غور کرو۔ قطع نظر ان دلایل کے جو ان کی وفات کیمتعلق ہین یہ پکی بات ہے کہ کفار نے آنحضرت صلعم سے آسمان پر چڑھ جانیکا معجزہ مانگا۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو ہر طرح کامل اور افضل تھے ان کو چاہیئے تھا کہ وہ آسمان پر چڑھ جاتے مگر انہون نے اللہ تعالیٰ کی وحی سے کیا جواب دیا۔

قل سبحان ربی ہل کنت الا بشراً رسولا

اس کا مفہوم یہ ہے کہ کہدو اللہ تعالیٰ اس امر سے پاک ہے کہ وہ خلاف وعدہ کرے جبکہ اس نے بشر کے لئے آسمان پر معہ جسم کے جانا حرام کر دیا ہے۔ اگر مین جاؤن تو جھوٹا ٹھیرون گا۔ اب اگر تمہارا یہ عقیدہ صحیح ہے کہ مسیح آسمان پر چلا گیا ہے اور کوئی بالمقابل پادری یہ آیت پیش کرکے آنحضرت صلعم پر اعتراض کرے تو تم اس کا کیا جواب دے سکتے ہو۔ پس ایسی باتون کے ماننے سے کیا فایدہ جن کا کوئی اصل قرآن مجید مین موجود نہیں۔ اسطرح تم اسلام کو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بدنام کرنیوالے ٹھہرو۔ پھر پہلی کتابون مین بھی تو کوئی نظیر موجود نہین اہل کتاب سے اجتہاد کرنا حرام نہین ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ شہد شاہد من بنی اسرائیل۔ اور پھر فرمایا کفی باللہ شہیداً بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتب اور ایسا ہی فرمایا۔ یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم۔ جب آنحضرت صلعم

کی نبوت کی ثبوت کے لئے انکو پیش کیا ہے تو ہمارا ان سے اجتہاد کرنا کیونکر حرام ہوگیا۔ اب انہی کتابون مین ملاکی نبی کی ایک کتاب ہے جو بائیبل مین موجود ہے اس مین مسیح سے پہلے ایلیا نبی کے دوبارہ آنیکا وعدہ کیا گیا آخر جب مسیح ابن مریم آئے تو حضرت مسیح سے ایلیا کے دوبارہ آنیکا سوال ملاکی نبی کی اس پیشگوئی کیموافق کیا گیا مگر حضرت مسیح نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ آنیوالا یوحنا کے رنگ مین آچکا۔ اب یہ فیصلہ حضرت عیسیٰ ہی کی عدالت سے ہوچکا ہے۔ کہ دوبارہ آنیوالے سے کیا مراد ہوتی ہے۔ یوحنا یحییٰ کا نام تھا الیاس نہین مگر اُسکو ایلیا قرار دیا گیا۔ اب یہ قیاس بھی میرے ساتھ ہے۔ مین تو نظیر پیش کرتا ہون۔ مگر میرے منکر کوئی نظیر پیش نہین کرتے۔

بعض لوگ جب اس مقام پر عاجز آجاتے ہین تو کہتے ہین کہ یہ کتابین محرف مبدل ہین مگر افسوس ہے یہ لوگ اتنا نہین سمجھتے کہ آنحضرت صلعم اور صحابہ اس سے سند لیتے رہے اور اکثر اکابر نے تحریف سے مراد لی ہے بخاری نے بھی یہی کہا ہے۔ علاوہ اس کے یہ میرے عیسائیون کی جانی دشمن ہے۔ کتابین جدا جدا ہین وہ اب تک منتظر ہین کہ الیاس دوبارہ آجائیگا۔ اگر یہ سوال نہ ہوتا تو حضرت مسیح کو وہ کیون نہ لیتے ایک فاضل یہودی کی کتاب میرے پاس ہے جو اُس نے بڑے زور سے لکھا ہے اور اپیل کرتا ہے کہ اگر مجھ سے یہ سوال ہوگا تو مین ملاکی نبی کی کتاب سامنے رکھ دونگا۔ کہ اس مین الیاس کے دوبارہ آنیکا وعدہ کیا گیا تھا۔

اب غور کرو جبکہ باوجود ان عذرات کے لاکھون یہودی جہنمی ہوئے اور سور بندر بنے۔ تو کیا میرے مقابلہ مین یہ عذر صحیح ہوگا کہ وہان مسیح ابن مریم کا ذکر ہے۔ یہودی تو معذور ہو سکتے تھے۔ ان مین نظیر نہ تھی مگر اب تو کوئی عذر باقی نہین مسیح کی موت قرآن شریف سے ثابت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت اس کی تصدیق کرتی ہے۔ اور پھر قرآن شریف اور حدیث میں منکم آیا ہے پھر خدا تعالیٰ نے مجھے خالی ہاتھ نہین بھیجا ہزارہا لاکھون نشان میری تصدیق مین ظاہر ہوئے اور اب اگر کوئی چالیس دن میرے پاس رہے تو وہ نشان دیکھ لیگا۔ لیکھرام کا نشان عظیم الشان ہے احمق کہتے ہین کہ مین نے قتل کرا دیا۔ اگر یہ اعتراض صحیح ہے تو پھر ایسے نشانات کا امان ہی اُٹھ جائیگا۔ کل کو کہدیا جائیگا۔ کہ خسرو پرویز کو معاذ اللہ آنحضرت صلعم نے قتل کرا دیا ہوگا۔ ایسے اعتراض حق بین اور حق شناس لوگون کا کام نہین ہے مین آخر مین پھر کہتا ہون کہ میرے نشانات تھوڑے نہین ایک لاکھ سے زیادہ انسان میرے نشانون پر گواہ ہین اور زندہ ہین میرے انکار مین جلدی نہ کرو۔ مرنے کے بعد کیا جواب دوگے؟ یقیناً یاد رکھو کہ خدا سچا ہے اور وہ صادق کو صادق ٹھیراتا اور کاذب کو کاذب